ہماری ساری ترقیات کا دارومدار خلافت سے وابستگی میں ہی پنہاں ہے

خلافت کی اطاعت کے جذبہ کو دائمی بنائیں۔ اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں

﴿سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا احباب جماعت کے نام محبت بھرا خصوصی پیغام﴾

جان سے پیارے احباب جماعت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے اچانک وصال پر ایک زلزلہ تھا جس نے سب احباب جماعت کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ ہماری آنکھیں اشکبار اور دل غمگین اور محزون ہیں مگر ہم اپنے رب کی رضا پر راضی اور اس کی تقدیر پر سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ ہمارے دل کی آواز اور ہماری روح کی پکار انا للہ وانا الیہ راجعون ہی ہے۔ ہم سب خدا کی امانتیں ہیں اور اس کی طرف سے آنے والے اس بھاری امتحان کو قبول کرتے ہیں۔

ہمارا رب کتنا پیارا ہے جس نے اس زمانہ میں حضرت مسیح الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا کی اصلاح اور آنحضرت ﷺ کی شریعت کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے مبعوث فرمایا اور اس عظیم مقصد کو مستقل طور پر جاری رکھنے کے لئے ایک ایسی قدرت ثانیہ کا وعدہ فرمایا جو دائمی اور قیامت تک جاری رہنے والی ہے اور ہر خلیفہ کی وفات پر دوسرے خلیفہ کے ذریعہ مومنوں کے خوف کی حالت کو امن میں بدلنے والی ہے۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

''سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا''۔ (الوصیت، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۵، ۳۰۶)

یہ خدا تعالیٰ کا بے شمار فضل اور احسان ہے کہ اس نے اپنے وعدہ کے موافق حضور رحمہ اللہ کی وفات پر جو خوف کی حالت پیدا ہوئی اس کو امن میں بدل دیا اور اپنے ہاتھ سے قدرت ثانیہ کو جاری فرما دیا۔ پس دعائیں کرتے ہوئے آپ میری مدد کریں کیونکہ ایک ذات اس عظیم الشان کام کا حق ادا نہیں کر سکتی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے سپرد فرمایا

تیری یادوں سے معطر تھا ہر اک لمحہ اس کا

وہ جو اک شخص ترے غم میں گھلا رہتا تھا
وہ جو ہر آن ترے در پہ پڑا رہتا تھا

جس کا لبریز تھا الفت سے تری ساغرِ دل
تھا چھلکتا بھی ، چھلک کر بھی بھرا رہتا تھا

تیری یادوں سے معطر تھا ہر اک لمحہ اس کا
ذکر تیرا ہی سدا صبح و مسا رہتا تھا

جس کا دل مسکن و مہبط کسی محبوبؐ کا تھا
اس کے عاشق پہ بھی سو جاں سے فدا رہتا تھا

آج عشاقِ محمدؐ میں سرِخیل تھا وہ
کوچۂ عشق میں زنجیر بہ پا رہتا تھا

خدمتِ دین کا پیکر تھا وہ اک بطلِ جلیل
گامزن نت نئی راہوں پہ سدا رہتا تھا

جس کی الفت میں گرفتار تھے لاکھوں انساں
اور وہ ایسا کہ لاکھوں پہ فدا رہتا تھا

ہاں وہی شخص جو رہتا تھا دلوں میں ہر دم
وہ جو ہر سانس کی ڈوری میں بندھا رہتا تھا

اس کے عشاق کی ہر ملک میں حالت یوں تھی
اس کو ہو جائے نہ کچھ ، دھڑکا لگا رہتا تھا

ہفت اقلیم میں پھیلائے ہوئے دستِ دعا
بھیگی پلکوں سے ہر اک وقفِ دعا رہتا تھا

"مجھ سے ہی پیار وہ کرتا ہے" یہ تھا سب کو گماں
اس کا پیار ایسا تھا ہر دل میں بسا رہتا تھا

وہ جدھر جاتا تھا کرنیں سی بکھر جاتی تھیں
اپنے ماحول میں خورشید اوا رہتا تھا

زیرِ بار اس کی محبت کئے رکھتی تھی ہمیں
حسن و احساں تلے راشد بھی پڑا رہتا تھا

(مکرم عطاء المجیب راشد صاحب)

قدرت ثانیہ کے دور خامس کا مبارک آغاز

تقدیر ربانی کے چمکتے ہوئے نشانوں کا غیر معمولی اجتماع

(مولانا دوست محمد شاہد صاحب۔ مورخ احمدیت)

عصر حاضر کے امام موعود سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ''الوصیت'' صفحہ 6-7 میں قدرت ثانیہ کی نسبت یہ مہتم بالشان بشارت دی کہ:۔

''تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا''۔

حضرت مصلح موعود نے 8 ستمبر 1950ء کو وکٹوریہ روڈ میگزین لین کراچی میں نئی تعمیر شدہ بیت میں پہلا خطبہ جمعہ دیتے ہوئے نہایت پرشوکت انداز میں اس بشارت پر روشنی ڈالی۔ چنانچہ فرمایا:۔

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں تو جاتا ہوں لیکن خدا تمہارے لئے قدرت ثانیہ بھیج دے گا۔ مگر ہمارے خدا کے پاس قدرت ثانیہ ہی نہیں اس کے پاس قدرت ثالثہ بھی ہے اور اس کے پاس قدرت ثالثہ ہی نہیں۔ اس کے پاس قدرت رابعہ بھی ہے۔ قدرت اولیٰ کے بعد قدرت ثانیہ ظاہر ہوئی اور جب تک خدا اس سلسلہ کو ساری دنیا میں نہیں پھیلا دیتا۔ اس وقت تک قدرت ثانیہ کے بعد قدرت ثالثہ آئے گی اور قدرت ثالثہ کے بعد قدرت رابعہ آئے گی اور قدرت رابعہ کے بعد قدرت خامسہ آئے گی اور قدرت خامسہ کے بعد قدرت سادسہ آئے گی اور خدا تعالیٰ کا ہاتھ لوگوں کو معجزہ دکھاتا چلا جائے گا اور دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت اور زبردست سے زبردست بادشاہ بھی اس سکیم اور مقصد کے راستہ میں کھڑا نہیں ہوسکتا جس مقصد کے پورا کرنے کے لئے اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہلی اینٹ بنایا اور مجھے اس نے دوسری اینٹ بنایا۔ رسول کریم ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا کہ دین جب خطرہ میں ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کے لئے اہل فارس میں سے کچھ افراد کھڑا کرے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان میں سے ایک فرد تھے اور ایک فرد میں ہوں لیکن رجال کے ماتحت ممکن ہے کہ اہل فارس میں سے کچھ اور لوگ بھی ایسے ہوں جو دین کی عظمت قائم رکھنے اور اس کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کیلئے کھڑے ہوں''۔

(الفضل 22 ستمبر 1950ء صفحہ 6 کالم 4)

اس روح پرور خطاب کے صرف چند روز بعد جس میں قدرت رابعہ کے بعد قدرت خامسہ کے ظہور کی واضح خبر دی گئی تھی، ہمارے امام عالی مقام سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا

مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس کی 15 ستمبر 1950ء کو ولادت ہوئی۔

(قلمی نوٹ بک مرتبہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب انور سابق پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح صفحہ 9 غیر مطبوعہ)

اور چونکہ آپ کا مبارک ومقدس وجود رِجَالٌ مِنْ فَارِس کا درخشندہ ثبوت و برہان بننے والا تھا اس لئے آپ کا اسم گرامی مسرور احمد رکھا گیا جو حضرت مسیح موعودؑ کا الہامی نام ہے۔ چنانچہ دسمبر 1907ء کو الہام ہوا۔

''میں تیرے ساتھ اور تیرے تمام پیاروں کے ساتھ ہوں۔ اِنِّیْ مَعَکَ یَا مَسْرُوْرُ (یعنی اے مسرور میں تیرے ساتھ ہوں) آگے جو عربی کی الہامی عبارتیں ہیں اس میں یہ وعدہ بھی جناب الٰہی نے دیا کہ عنقریب ان کو آفاق میں بھی نشانات دکھائیں گے''۔

(بدر 19 دسمبر 1907ء صفحہ 4-5 و الحکم 24 دسمبر 1907ء صفحہ 4 تذکرہ طبع چہارم صفحہ 744)

اس ضمن میں اللہ جلشانہ کی زبردست تقدیر جس رنگ میں کارفرما ہونی مقدر تھی اس کا ذکر بھی 1903ء کے الہامات میں 21 اپریل کے الہام میں ملتا ہے (یاد رہے 21 اپریل 2003ء ہی کو مولانا عطاء المجیب راشد صاحب سیکرٹری مجلس انتخاب خلافت لندن کی طرف سے 22 اپریل کو اس کے انعقاد کا اعلان نہ صرف ایم ٹی اے پر بار بار نشر ہوا بلکہ الفضل ربوہ میں بھی شامل اشاعت ہوا) بہرکیف 21 اپریل 1903ء کا الہام حضرت مسیح موعودؑ کے قلم مبارک سے الحکم 24 اپریل 1903ء صفحہ 12 پر ایک صدی قبل شائع شدہ ہے کہ

''یہ بات آسمان پر قرار پاچکی ہے تبدیل ہونے والی نہیں''

ازاں بعد اپریل 1903ء کے تیسرے عشرہ میں متعدد الہامات ہوئے جن میں مستقبل کے جلالی اور جمالی تغیرات کی طرف اشارہ کرنے کے بعد 30 اپریل کو یہ عالمگیر اور پرمسرت خبر دی گئی کہ

''اس میں تمام دنیا کی بھلائی ہے''

(البدر 8 مئی 1903ء صفحہ 122 تذکرہ صفحہ 471)

اس نئے انقلاب آفرین اور تاریخ ساز دور کی عالمگیر عظمت کا پہلا نمونہ حضور کی عالمی سطح پر بیعت اور عالمی سطح پر ایم ٹی اے کے ذریعہ سے دنیا بھر میں اس کی منادی کی صورت میں جناب الٰہی کی طرف سے دکھلایا جا رہا ہے۔ جس کی کوئی نظیر قبل ازیں قدرت ثانیہ کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔

صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوف کردگار

آخر میں مجھے یہ بتلانا لازم ہے کہ رسالہ ''الوصیت'' قدرت ثانیہ کے نظام آسمانی کے دائمی چارٹر کی حیثیت رکھتا ہے جسے ہمیں زیر مطالعہ رکھنا ازبس ضروری ہے۔ اس تاریخی رسالہ کے دوروح پرور اور ولولہ انگیز اقتباسات درج ذیل ہیں۔ پہلے اقتباس میں قدرت ثانیہ کے آفاقی نظام کی غرض و غایت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور دوسرے میں عالمگیر جماعت احمدیہ کو نہ صرف ان کی بنیادی ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے بلکہ ان کیلئے عالمگیر غلبہ کی عدیم المثال پیشگوئی فرمائی

گئی ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا:-

''خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو، مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے''۔ (صفحہ 8)

نیز فرمایا:-

''دیکھو میں خدا کی منشاء کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے۔ خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تا خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے۔ کینہ وری سے پرہیز کرو اور بنی نوع سے سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ۔ ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو۔ نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کئے جاؤ۔

تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کیلئے موقعہ ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں۔

یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعوئے بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی، وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے''۔

(الوصیت صفحہ 8-9)

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل ۱۲ تا ۱۸ مئی ۲۰۰۲ء)

☆☆☆

کوہسار

(مکرم حامد شہزاد عادل صاحب۔ نبی سر روڈ سندھ)

دنیا کے عظیم پہاڑی سلسلے

شمالی امریکہ کے راکیز (Rockies) جنوبی امریکہ کے اینڈیز، یورپ کے الپس (Alps) اور ہندوستان اور پاکستان کے شمالی حصوں میں انتہائی اونچی چوٹیوں کے حامل ہندوکش اور ہمالیہ کے پہاڑی سلسلے اہمیت کے اعتبار سے سرفہرست ہیں۔

سلسلہ قراقرم

قراقرم کے لغوی معنی ہیں "سیاہ" یہ عظیم الشان اور دیوہیکل بلند چوٹیوں پر مشتمل پہاڑی سلسلہ کرہ ارض پر اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد ہے۔ قراقرم پہاڑیوں کا سلسلہ اپنی بلندترین اور برف پوش چوٹیوں کے علاوہ دل پذیر اور سرسبز وشاداب وادیوں کی وجہ سے قدرت کا ایک بے مثال نمونہ ہے جو دنیا بھر کے سیاحوں کے لئے بھرپور کشش رکھتا ہے۔ اس کی چوڑائی 400 کلومیٹر اور گہرائی 250 کلومیٹر ہے جو مشرق میں دریائے شیوک، مغرب میں دریائے کارہبر، اشکومین اور دریائے گلگت میں گھری ہوئی ہے۔ اس کے شمال مشرق میں دریائے ساس گام اور جنوب مغرب میں دریائے سندھ بہتا ہے۔

قراقرم سلسلے کے اہم ترین علاقوں میں ریمو، سیاچین، بولتورو، سلتورو، ماشربرم، تمورا، راکاپوشی، بکروٹ اور باراموش شامل ہیں۔ K2 جسے Goodwin Austin کا نام دیا جاتا ہے قراقرم سلسلے کی بلند ترین اور ایورسٹ (ہمالیہ) کے بعد دوسری بڑی چوٹی ہے۔ قطبین کے بعد سب سے بڑے گلیشیر قراقرم میں ہی واقع ہیں۔

کھسکتے پہاڑ

زمین کی سطح کا دسواں حصہ گلیشیرز سے ڈھکا ہوا ہے۔ گلیشیرز کیا ہیں؟ برف کے بڑے بڑے تودے، جنہیں ہم برف کے پہاڑ بھی کہہ سکتے ہیں۔ جب ان پر برف کا حجم کافی زیادہ ہوجاتا ہے یا سائنسی اعتبار سے یوں کہہ لیجئے کہ جب برف کی موٹائی 60 فٹ تک ہوجاتی ہے تو یہ اپنے وزن ہی کے زیر اثر ڈھلوان کی طرف پگھل کر سست روی کے ساتھ کھسکنے لگتے ہیں اور نتیجۃً وادیوں میں ان کی برف پگھل کر ندی نالوں اور دریاؤں کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔ ہمالیہ سے نکلنے والے تقریباً تمام دریا انہی گلیشیرز سے بنے ہیں۔

گرین لینڈ اور بحر منجمد جنوبی میں انتہائی جسامت والے گلیشیرز پائے جاتے ہیں، جنہیں براعظمی گلیشیر یا (Ice Caps) برفانی ٹوپیاں کہا جاتا ہے۔ ان کی موٹائی میلوں میں ہوتی ہے اور چوڑائی ہزار میل سے بھی زیادہ۔ وادی گلیشیر (Valley Glacier) جنہیں الپائن گلیشیر بھی کہتے ہیں، گلیشیر کی عام شکل ہے۔ یہ گلیشیر پہاڑی سلسلوں کے انتہائی برفیلے علاقوں کی ڈھلوانوں پر بنتے ہیں۔ اگرچہ گلیشیر کا اپنی جگہ سے کھسکنے کا عمل کافی سست رفتار ہوتا ہے، جس کا مشاہدہ یا احساس انسانی آنکھ نہیں کرسکتی تاہم اعداد وشمار کے مطابق گلیشیر ایک دن میں 150 فٹ تک اپنی جگہ سے کھسک جاتے ہیں، اسی لئے وہ کوہ پیما جو ان برفانی تودوں میں پھنس کر ہلاک ہوجاتے ہیں، ان کے جسم کئی سال

تک چند میل کے علاقے تک ہی محدود رہتے ہیں۔

تیرتے پہاڑ

آئس برگ (Ice Berg) برفانی تودے جو گلیشیر سے ٹوٹ کر الگ ہو جاتے ہیں اور سمندری موجوں اور ہوا کے دباؤ سے مختلف سمتوں میں بہتے رہتے ہیں۔ گرین لینڈ میں موجود گلیشیر ز سے ہزاروں کی تعداد میں ٹوٹ کر یہ برفانی تودے ساحلوں کے قریب آجاتے ہیں۔ جہاں ان کا وجود اکثر و بیشتر بحری جہازوں کے لئے خطرہ بن جاتا ہے۔ قطب جنوبی کے آس پاس یہ برفانی تودے بہت تباہی مچاتے ہیں۔ بالآخر آپس میں ٹکرانے اور سورج کی تمازت کے ساتھ ساتھ گرم پانی کی حدت کی وجہ سے یہ پگھل جاتے ہیں۔ ایک برفانی تودہ تقریباً دو تین سو فٹ سطح سمندر سے اونچا نظر آتا ہے، جب کہ تقریباً نو گنا حصہ پانی کے اندر رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ بحری جہازوں کے لئے انتہائی خطرناک ہوتا ہے۔ اس طرح کا ایک بدترین حادثہ برطانوی مسافر بردار بحری جہاز ٹائیٹینک (Titanic) کو پیش آیا تھا۔ اس جہاز کے بارے میں بڑے وثوق سے کہا جاتا تھا کہ یہ اتنا مضبوط ہے کہ کبھی ڈوب نہیں سکتا۔ اس کی بیرونی فولادی دیوار دوہری بنائی گئی تھی اور اس میں پندرہ (Water Tight) کمرے بنائے گئے تھے۔ اپریل 1912ء کو یہ جہاز شمالی بحر اوقیانوس میں موجود ایک بڑے برفانی تودے سے ٹکرا گیا تھا اور دوہری فولادی دیوار کے باوجود اس میں بڑے بڑے سوراخ ہو گئے تھے اور پانی خوفناک رفتار کے ساتھ جہاز کے اندر داخل ہو گیا تھا۔ اس حادثے میں جہاز پر موجود 2207 میں سے 1500 سے زائد افراد ڈوب گئے تھے۔

سب سے اونچا آبشار

پہاڑوں پر سے گہرائیوں کی طرف دنیا کا سب سے اونچا آبشار (Water Falls) جنوبی امریکہ کے ملک وینز ویلا میں واقع ہے۔ اس آبشار کو "اینجلز آبشار" (Angel's Falls) کہا جاتا ہے۔ یہ پہاڑوں کی بلندی سے 3212 فٹ گہرائی میں بہتے "دریائے کارو" (River Carrou) میں گرتا ہے۔ چوٹی سے دریا تک گرنے کا فاصلہ نصف میل سے بھی زیادہ ہے۔ اتنی گہرائی میں پانی کے گرنے سے اس کے شور کی رفتار کا آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔

اونچے پہاڑوں، ڈھلوانوں اور گہری گھاٹیوں کی وجہ سے چونکہ اس جگہ تک رسائی بہت مشکل تھی شاید اسی وجہ سے وینز ویلا اور اطراف کے دوسرے ممالک میں رہنے والوں کو اس قدرتی شاہکار کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔ آخر کار فضائی سفر کی بہتر سہولتوں کے بعد ایک امریکی مہم جو جیمز اینجل نے 1930ء میں اس آبشار کو پہلی دفعہ دریافت کیا۔ اسی لئے یہ آبشار اینجل ہی کے نام سے منسوب ہے۔ جیمز اینجل اس آبشار کے آس پاس ہی 1935ء میں ایک فضائی حادثہ میں ہلاک ہو گیا تھا۔

ماؤنٹ ایورسٹ

ماؤنٹ ایورسٹ دنیا کا سب سے اونچا پہاڑ ہے جو ہمالیہ کے پہاڑی سلسلوں میں شامل ہے۔ اس کی سب سے اونچی چوٹی کی بلندی 29028 فٹ ہے۔ یعنی یہ پہاڑ ساڑھے پانچ میل اونچا ہے۔ آسمان کی بلندیوں کو چھوتا ہوا یہ پہاڑ تبت اور نیپال کی سرحدوں پر واقع ہے۔

ماؤنٹ ایورسٹ ایک انگریز کوہ پیما سر جارج ایورسٹ کے نام سے منسوب ہے، جس نے دنیا کے نقشے پر اس پہاڑ

کی نشان دہی کی تھی۔ بے شمار کوہ پیماؤں نے اس چوٹی کو سر کرنے کے لئے اپنی جانیں تک قربان کر دیں تاہم 2 مئی 1953ء کی صبح تقریباً گیارہ بجے نیوزی لینڈ کے کوہ پیما سر ایڈمنڈ ہیلری نے اپنے گائیڈ شرپا تن سنگ کے ہمراہ دنیا کی اس بلند ترین چوٹی کو سر کیا جسے دنیا کی چھت بھی کہتے ہیں اور تاریخ میں اپنا نام بھی لکھوایا۔ اس کے بعد کئی دوسرے کوہ پیماؤں نے بھی اس چوٹی کو سر کیا۔

(ماہنامہ تعلیم و تربیت اکتوبر 2002ء صفحہ 3 تا 5)

پہلا پاکستانی کوہ پیما

نذیر صابر وہ واحد پاکستانی کوہ پیما ہیں جنہوں نے دنیا کی بلند ترین چوٹی ایورسٹ (کوہ ہمالیہ) کو سر کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے 8000 میٹر سے زیادہ بلند دنیا کی پانچ دوسری چوٹیوں میں سے چار چوٹیاں بھی سر کیں۔

نذیر صابر کا تعلق وادی ہنزہ سے ہے۔ بچپن ہی سے ان کے دل میں پہاڑوں کو سر کرنے کی خواہش جنون کی حد تک موجزن تھی۔ 19 سال کی عمر میں انہوں نے الپائن کلب آف پاکستان میں شمولیت اختیار کر کے کوہ پیمائی کی باقاعدہ تربیت شروع کی۔ 1974ء میں 21 سال کی عمر میں پہلی چوٹی ''پاسو'' جو 7784 میٹر تھی سر کر لی۔ اور پھر اس فتح کے بعد مزید چوٹیوں کو سر کرنے اور کوہ پیمائی کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا۔

نذیر صابر 1976ء میں بالتورو گلیشیئر کی Paiyo Peak سر کرنے والی پہلی بین الاقوامی مہماتی ٹیم میں شامل تھے۔ 26 سال کی عمر میں انہوں نے جاپانی کوہ پیما کے ہمراہ کے۔ٹو کی چوٹی بھی سر کر لی تھی۔

کوہ پیماؤں کی نظر میں K2 دنیا کی مشکل اور خطرناک ترین چوٹی ہے۔ اتنی کم عمری میں یہ عظیم کارنامہ سرانجام دینے پر حکومت نے انہیں تمغہ حسن کارکردگی (Pride of Performance) سے نوازا۔

17 مئی 2000ء کا دن ان کی زندگی کا کامیاب اور روشن ترین دن ثابت ہوا جب انہوں نے دنیا کی بلند ترین چوٹی ایورسٹ سر کی اور اس پر پاکستان کا سبز ہلالی پرچم لہرا کر پاکستان زندہ باد کا نعرہ بلند کیا۔

اپریل 2000ء کے پہلے ہفتے میں 9 افراد پر مشتمل کوہ پیماؤں کی ٹیم نے کوہ ہمالیہ پر چڑھائی شروع کی لیکن ان میں سے سات کوہ پیماؤں نے جن میں ایک خاتون بھی شامل تھی چند ہی ہفتوں کے بعد شدید اور کٹھن حالات سے مجبور ہو کر واپسی کا راستہ اختیار کر لیا۔ تاہم نذیر صابر نے اپنے ایک کینیڈین کوہ پیما ساتھی کے ہمراہ 42 دن کی سخت جدوجہد اور ناقابل برداشت موسمی حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اس چوٹی کو سر کیا اور کوہ پیمائی کی تاریخ میں بین الاقوامی سطح پر ملک کا نام روشن کیا۔

بلند ترین پہاڑوں کی پہلی فتح

پہاڑوں کی دنیا بہت وسیع ہے دنیا کے ہر کونے میں چھوٹے بڑے پہاڑ موجود ہیں لیکن بلند ترین پہاڑوں کا جھرمٹ پاکستان چین اور نیپال میں واقع ہے۔ آٹھ ہزار میٹر بلندی سے زائد پہاڑوں کی تعداد دنیا بھر میں صرف چودہ ہے۔ ان میں سے پانچ پاکستان میں موجود ہیں۔ ایک چین میں اور آٹھ نیپال میں واقع ہیں۔ ان بلند و بالا پہاڑوں پر پہلی فتح کب اور کن کے ہاتھوں سے ہوئی تفصیل درج کی جاتی ہے۔

☆ نمبر ایک: ماؤنٹ ایورسٹ، 8848 میٹر بلند، نیپال میں۔ پہلی دفعہ 1953ء کو ہیلری نے اپنے گائیڈ کے ہمراہ سر کیا۔

☆ نمبر دو: کے ٹو، 8611 میٹر بلند، پاکستان میں۔ 1954ء کو کمپنگ نونی، ایس ڈیلی نے سر کیا۔

☆ نمبر تین: کنچن جنگا، 574 میٹر بلند، نیپال میں۔ 1955ء کو جینڈ براؤن وغیرہ نے سر کیا۔

☆ نمبر چار: لوٹسے، 8501 میٹر بلند، نیپال میں۔ 1956ء کو لچسنگر، ری ایس نے سر کیا۔

☆ نمبر پانچ: میکالو، 8475 میٹر بلند، نیپال میں۔ 1955ء کو کوزی ٹیری نے سر کیا۔

☆ نمبر چھ: چو یو، 8420 میٹر بلند، نیپال میں۔ 1954ء کو ٹیچی لاما جو ٹچلر نے سر کیا۔

☆ نمبر سات: دول گیری، 8167 میٹر بلند، نیپال میں۔ 1960ء کو ڈمبر گر، ڈاز وغیرہ نے سر کیا۔

☆ نمبر آٹھ: مناسلو، 8156 میٹر بلند، نیپال میں۔ 1956ء کو ایمانیشی گیلون نے سر کیا۔

☆ نمبر نو: نانگا پربت، 8125 میٹر بلند، پاکستان میں۔ 1953ء ہرمن بوہل نے سر کیا۔

☆ نمبر دس: اینا پرنا، 091 میٹر بلند، نیپال میں۔ 1950ء کو ہرزوگ، لاچینل نے سر کیا۔

☆ نمبر گیارہ: گیشر برم، 18068 میٹر بلند، پاکستان میں۔ 1958ء کو کوف مین شوننگ نے سر کیا۔

☆ نمبر بارہ: براڈ پیک، 8047 میٹر بلند، پاکستان میں۔ 1957ء کو ہرمن بوہل ڈمبرگر نے سر کیا۔

☆ نمبر تیرہ: شش پنگما، 8046 میٹر بلند، چین میں۔ 1964ء کو سوچنگ وغیرہ نے سر کیا۔

☆ نمبر چودہ: گیشر برم II، 8035 میٹر بلند، پاکستان میں۔ 1956ء کو لارچ، مورا ولیس نے سر کیا۔

(الفضل 15 مارچ 2001ء صفحہ 6)

☆☆☆

سارس کے بارے میں حفاظتی اقدامات

کثرت سے احباب ''سارس'' کی وبا کے بارے میں استفسار کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ:

1) اگرچہ ہمیں تا حال ''SARS'' (Severe Acute Respiratory Syndrome) کے ایک بھی کیس کا تجربہ نہیں لیکن جو علامات میڈیا کے ذریعے پہنچتی ہیں ان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر اس مرض کے شروع ہونے کا احساس ہوتے ہی Aconite ایک ہزار یا اس سے اونچی طاقت میں چند خوراکیں لے لی جائیں تو انشاء اللہ بہت مفید ہونگی۔

2) وہ مسافر جو ایسے ممالک میں سفر کر رہے ہیں جن میں ''سارس'' کی وبا پھیلی ہوئی ہے۔ حفظ ماتقدم کے طور پر Influenzium ایک ہزار ایک خوراک روزانہ یا ایک ہفتہ لے سکتے ہیں۔

3) ''سارس'' کے باقاعدہ مریضوں کا علاج تو اسی صورت میں ممکن ہے کہ وہاں کی جماعت کے ذریعے فون / فیکس سے ہمارے ساتھ مسلسل رابطہ رکھ کر علاج مکمل کروائیں۔

طاہر ہومیو پیتھک ریسرچ انسٹیٹیوٹ ربوہ

فون: 04524-213989 فیکس: 04524-213091)

’’شیخ عجم‘‘، حضرت صاحبزادہ سید محمد عبد اللطیف صاحب

(یہ مضمون الفضل انٹرنیشنل میں 16 جولائی سے 7 اکتوبر 1999 تک بالاقساط شائع ہوتا رہا ہے۔ اب اسے شکریہ کے ساتھ قارئین ’’خالد‘‘ کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔)

(محترم سید میر مسعود احمد صاحب)

وطن، خاندان اور پیدائش

حضرت صاحبزادہ صاحب افغانستان کے صوبہ پکتیا کے علاقہ خوست کے رہنے والے تھے۔ آپ کے گاؤں کا نام سیدگاہ ہے جو دریائے شمل کے کنارہ پر آباد ہے۔

پکتیا میں چند گاؤں آپ کی ملکیت تھے۔ زرعی اراضی کا رقبہ سولہ ہزار کنال تھا۔ اس میں باغات اور پن چکیاں بھی تھیں۔ اس کے علاوہ ضلع بنوں میں بھی بہت سی زمین تھی۔

آپ کے والد صاحب کا نام سید محمد شریف تھا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا شجرہ نسب تو جل کر ضائع ہوگیا لیکن میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ ہم حضرت سید علی ہجویریؒ المعروف بہ داتا گنج بخش کی اولاد ہیں۔

ہمارے آباء دہلی کے بادشاہوں کے قاضی ہوتے تھے۔ خاندان کی ایک بڑی لائبریری تھی جس کی قیمت تو لاکھ روپیہ بتائی جاتی ہے۔ جب ہمارے بزرگوں نے حکومت میں عہدے حاصل کر لئے تو ان کی توجہ کتب خانہ کی طرف نہ رہی اور یہ کتابیں ضائع ہوگئیں۔ میرا اپنا یہ حال ہے کہ جائیداد چونکہ مجھے ورثہ میں ملی ہے اس لئے اسے رکھنے پر مجبور ہوں ورنہ میں مال و دولت کو پسند نہیں کرتا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے کہ صاحبزادہ صاحب کی عمر ۵۰ سال تھی۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

’’قریباً پچاس برس کی عمر تک تنعم اور آرام میں زندگی بسر کی تھی‘‘۔ (تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۱)

حضرت صاحبزادہ صاحب کی شہادت ۱۹۰۳ء میں ہوئی اس طرح ان کا سن پیدائش ۱۸۵۳ء بنتا ہے۔

جناب قاضی محمد یوسف صاحب مرحوم امیر جماعت احمدیہ صوبہ سرحد نے ۱۹۰۲ء کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر قادیان میں حضرت صاحبزادہ صاحب کو دیکھا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:۔

’’حضرت شہید مرحوم کا قد درمیانہ تھا۔ ریش مبارک بہت گھنی نہ تھی۔ بال اکثر سیاہ تھے اور ٹھوڑی پر کچھ کچھ سفید تھے‘‘۔ (عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ ۴۰ سن اشاعت ۱۹۳۶ء)

حضرت صاحبزادہ صاحب کے شاگرد سید احمد نور صاحب کابلی نے محرم ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے حالات شائع کئے تھے۔ انہوں نے آپ کی عمر ساٹھ اور ستر سال کے درمیان لکھی ہے۔ میری رائے میں یہ اندازہ کی غلطی ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کی عمر شہادت کے وقت جیسا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تذکرۃ الشہادتین میں (۱۹۰۳ء میں) تحریر فرمایا ہے پچاس سال ہی تھی۔

(شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ اول صفحہ ۲۔ حصہ دوم صفحہ ۵ عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ ۴۰)

تحصیل علم کے سفر

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب نے ہندوستان میں مندرجہ ذیل مقامات پر علوم مروجہ کی تعلیم حاصل کی۔

امرتسر، لکھنؤ، دیوبند اور ضلع پشاور۔ ان جگہوں پر ان کا مجموعی قیام کئی سال رہا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب عربی، فارسی، پشتو اور اردو زبان جانتے تھے۔

جب آپ کا حصول علم کے لئے سفر کا ارادہ ہوا تو پہلے بنوں آئے۔ یہاں کچھ عرصہ قیام کیا اس دوران میں علاقہ کے نمبردار آپ کے پاس آیا کرتے تھے اور آپ کی خاطر گھڑسواری اور نیزہ بازی وغیرہ کھیل کھیلا کرتے تھے۔ آپ نے ان سے مشورہ کیا تو انہوں نے عرض کی کہ اب برسات کا موسم ہے اسے گزر لینے دیں۔ بارشوں کے بعد ہندوستان کا سفر کریں۔ آپ نے یہ مشورہ قبول نہیں کیا اور اسی موسم میں روانہ ہوگئے۔ آپ کے پاس بہت سا سامان اور نقدی تھی۔ جب کرم دریا پر پہنچے تو وہ بہت چڑھا ہوا تھا۔ پانی نہایت گدلا تھا۔ آپ نے کپڑے اور سامان گھوڑے پر رکھے اور تہبند باندھ کر سوار ہوگئے اور گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ ہم سفروں کے گھوڑے تو دریا عبور کر گئے لیکن آپ کا گھوڑا لہروں کی تاب نہ لا سکا اور ڈوبنے لگا۔ آپ دریا میں کود گئے۔ آپ کو تیرنا نہ آتا تھا غوطے کھانے لگے۔

اس دوران آپ کے لبوں پر یہ الفاظ تھے ''یا رحیم، یا رحیم، یا رحیم''۔ اللہ نے فضل فرمایا اور آپ دوسرے کنارے تک پہنچ گئے۔ سامان اور نقدی سب ضائع ہوگئی۔ پاس ہی ایک گاؤں تھا جس میں ایک صاحب مولوی جان گل رہتے تھے وہ آپ کے واقف تھے۔ ان کے ہاں چلے گئے۔ صاحبزادہ صاحب نے ان سے حصول علم کے لئے سفر کرنے کا ذکر کیا۔ مولوی صاحب نے عرض کی کہ میں بھی ساتھ چلتا ہوں۔ آپ نے فرمایا میرے پاس تو اس وقت ایک تہبند ہے۔ فقیرانہ بھیس میں جاؤں گا۔ اگر آپ میرے ساتھ جانا چاہتے ہیں تو ایسے ہی لباس میں جانا ہوگا اور ملنگ بن کر سفر کرنا ہوگا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کو سینہ ننگا رکھنا پسند نہ تھا اس لئے دوران سفر ایک رومال سے سینہ ڈھانک لیا کرتے تھے۔

امرتسر میں کشمیری محلہ کے ایک حنفی المذہب مولوی صاحب کے پاس قیام کیا۔ وہاں ایک بڑی لائبریری تھی اس سے آپ نے بہت استفادہ کیا۔ رات دن مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ امرتسر میں عام لوگوں سے واقفیت نہیں پیدا کی۔ گمنامی کی حالت میں رہتے تھے۔ کبھی کبھی تارک الدنیا فقراء کے پاس چلے جاتے تھے۔ صاحبزادہ صاحب کو گھر سے خرچ کے لئے روپیہ آیا کرتا تھا۔ اس سے غریبوں کی مدد کر دیا کرتے تھے اور خود سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔

امرتسر میں آپ پر عجیب وغریب حالات گزرتے تھے فرماتے تھے وہاں مجھے آنحضرت ﷺ کے مزار مبارک کی ایسی خوشبو آتی تھی جیسے کسی باریک رومال میں کوئی خوشبو پاس ہی رکھی ہوئی ہو۔ فرمایا کرتے تھے کہ امرتسر کے مولوی صاحب سے میں نے تدریس کے طور پر تعلیم نہیں پائی البتہ ان کی لائبریری سے بہت استفادہ کیا اور کبھی کوئی بات پوچھنی ہوتی تو ان سے پوچھ لیا کرتا تھا۔

ایک دفعہ ایک اہل حدیث مسلک کے کسی عالم کی طرف سے دہلی سے ایک رسالہ حنفی مولوی صاحب کے نام آیا۔ انہوں نے صاحبزادہ صاحب سے اس کا ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ دہلی سے بعض علماء اختلافی مسائل پر بحث کرنے کے لئے امرتسر آرہے ہیں کیا کرنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اپنا وکیل بنا دیں۔ ان کے آنے پر میں خود ہی انہیں جواب دے لوں گا۔ جب دہلی سے اہل حدیث مولوی صاحبان آئے تو آپ ان سے بحث کے لئے تیار ہو کر آئے۔ اس موقعہ پر جو

ہے۔دعائیں کریں اور بکثرت دعائیں کریں اور ثابت کردیں کہ ہمیشہ کی طرح آج بھی قدرتِ ثانیہ اور جماعت ایک ہی وجود ہیں اور انشاء اللہ ہمیشہ رہیں گے۔

قدرت ثانیہ خدا کی طرف سے ایک بڑا انعام ہے جس کا مقصد قوم کو متحد کرنا اور تفرقہ سے محفوظ رکھنا ہے۔ یہ وہ لڑی ہے جس میں جماعت موتیوں کی مانند پروئی ہوئی ہے۔ اگر موتی بکھرے ہوں تو نہ تو محفوظ ہوتے ہیں اور نہ ہی خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتی ہی خوبصورت اور محفوظ ہوتے ہیں۔ اگر قدرت ثانیہ نہ ہو تو دین حق کبھی ترقی نہیں کرسکتا۔ پس اس قدرت کے ساتھ کامل اخلاص اور محبت اور وفا اور عقیدت کا تعلق رکھیں اور خلافت کی اطاعت کے جذبہ کو دائمی بنائیں اور اس کے ساتھ محبت کے جذبہ کو اس قدر بڑھائیں کہ اس محبت کے بالمقابل دوسرے تمام رشتے کمتر نظر آئیں۔ امام سے وابستگی میں ہی سب برکتیں ہیں اور وہی آپ کے لئے ہر قسم کے فتنوں اور ابتلاؤں کے مقابلہ کے لئے ایک ڈھال ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود... فرماتے ہیں:

”جس طرح وہی شاخ پھل لاسکتی ہے جو درخت کے ساتھ ہو۔ وہ کٹی ہوئی شاخ پھل پیدا نہیں کرسکتی جو درخت سے جدا ہو۔ اس طرح وہی شخص سلسلہ کا مفید کام کرسکتا ہے جو اپنے آپ کو امام سے وابستہ رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ نہ رکھے تو خواہ وہ دنیا بھر کے علوم جانتا ہو وہ اتنا بھی کام نہیں کرسکے گا جتنا بکری کا بکروٹا“۔

پس اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہو جائیں۔ اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ ہماری ساری ترقیات کا دارومدار خلافت سے وابستگی میں ہی پنہاں ہے۔ اللہ آپ سب کا حامی و ناصر ہو اور آپ کو خلافت احمدیہ سے کامل وفا اور وابستگی کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

(لندن۔ ۱۱مئی ۲۰۰۳ء)

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل 23و30 مئی 2003ء)

سوالات کیے گئے حضرت صاحبزادہ صاحب نے ان کے ایسے جواب دیے کہ آنے والے مولوی حیران رہ گئے اور خاموشی سے دہلی واپس چلے گئے۔

لکھنو میں حضرت صاحبزادہ صاحب مولانا عبدالحئی صاحب فرنگی محلی کے شاگرد تھے۔ مولانا عبدالحئی صاحب دوسری طالبعلموں کی نسبت آپ کی طرف زیادہ توجہ فرماتے تھے۔ اس کا دوسرے شاگردوں نے شکوہ کیا۔ اس پر مولانا نے فرمایا: اس کا نام لطیف، قوم لطیف، زمین لطیف، رنگ لطیف۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنے لطف جمع کر دیے ہیں تو ایک لطف میرا بھی سہی۔ تم کیوں برا مانتے ہو۔ اس موقع پر ضمناً یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مولانا عبدالحئی فرنگی محلی کے ممتاز شاگردوں میں دو اور احمدی بزرگ بھی تھے جو کسی زمانہ میں ان سے تعلیم پاتے رہے۔ یعنی حضرت مولانا سید عبدالواحد صاحب امیر بنگال اور حضرت مولانا سید عبدالماجد صاحب امیر بہار۔

حضرت صاحبزادہ صاحب ایام طالب علمی میں صوبہ سرحد کے ایک مقام بازید خیل میں بھی مقیم رہے تھے۔ یہ گاؤں جناب صاحبزادہ سیف الرحمن صاحب مرحوم کا ہے۔ بازید خیل میں بہت سے بزرگ عالم گزرے ہیں اور تحصیل علم کے لئے دور دور سے طالب علم یہاں آتے تھے۔ جناب صاحبزادہ غلام احمد صاحب نے بتایا کہ حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب سے ان کے خاندان کی جدی رشتہ داری بھی ہے۔

(قلمی مسودہ صفحہ ۷ و چشم دید واقعات حصہ دوم صفحہ ۱۸، ۱۹ تاریخ احمدیہ سرحد مصنفہ محمد یوسف صاحب صفحہ ۲۳۶)

(باقی آئندہ)

☆☆☆

اعلان "سیدنا طاہرؒ نمبر" ماہنامہ خالد

تمام احباب جماعت کی اطلاع کے لئے یہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ حضرت سیدنا مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی سیرت و سوانح پر مشتمل ایک ضخیم اور یادگار نمبر عنقریب شائع کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ:

☆ ایسے تمام احباب جن کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا ہو وہ اپنے ذاتی مشاہدات پر مشتمل مضامین ضرور بھجوائیں۔

☆ اگر کسی کے پاس حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے حوالہ سے کوئی بھی یادگار واقعہ یا کوئی تحریر ہو تو براہ کرم فوری طور پر ہمیں بھجوا دیں۔

☆ اسی طرح اگر کوئی نادر تصاویر ہوں تو وہ بھی ضرور عنایت فرما دیں۔ تصاویر شائع ہونے کے بعد شکریہ کے ساتھ بحفاظت واپس کر دی جائیں گی۔ انشاء اللہ

☆ تمام احمدی شعراء سے بھی یہ گذارش ہے کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے متعلق اپنا منظوم کلام ادارہ کو بھجوا کر ممنون فرمائیں۔

☆ یہ ایک یادگار نمبر ہوگا اس لئے اشتہار دینے والے احباب سے گذارش ہے کہ وہ جلد از جلد اشتہارات کی بکنگ کروا لیں۔

☆ اگر کسی خریدار کو اس نمبر کی زائد کاپیاں درکار ہوں تو ان کی تعداد شعبہ اشاعت کو لکھ کر بھجوا دیں۔

☆ بیرون ملک رہنے والے احباب اپنے مضامین اس ای میل ایڈریس پر بھجوا سکتے ہیں۔

Monthlykhalid52@yahoo.com

ادارہ ماہنامہ خالد، شعبہ اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان
فون نمبر 04524-212349/212685
فیکس: 04524-213091

قسط دوم

تیسری عالمی ایٹمی جنگ

ازروئے قرآنِ کریم و کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(مکرم ساجد محمود بٹر صاحب۔ کرتو ضلع شیخوپورہ)

پیشگوئی نمبر ۴

یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ○ (الرحمٰن: ۳۶)

"تم پر آگ کا ایک شعلہ گرایا جائے گا۔ اور تانبا بھی (گرایا جائے گا)۔ پس تم دونوں ہرگز غالب نہیں آ سکتے"۔

حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ تفسیر صغیر میں اس آیت کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"کاسمک ریز کی طرف اشارہ ہے۔ بموں کی طرف اشارہ ہے"۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"تم دونوں پر آگ کے شعلے برسائے جائیں گے۔ اور ایک طرح کا دھواں بھی۔ پس تم دونوں بدلہ نہ لے سکو گے۔ ایک طرح کا دھواں بھی سے کیا مراد ہے؟...... تو یہاں Atomic برسنے والا دھواں ہے...... Smoke سے مراد ہے...... تم پر آگ کے شعلے برسائے جائیں گے۔ آج کی دنیا میں Modern Warfare میں آگ کے شعلے برسائے جاتے ہیں اور اس کا وہ اگلا حصہ ہے۔ دھواں بھی۔

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ وَرْدَةً کَالدِّهَانِ۔ پس جب آسمان پھٹ جائے گا اور رنگے ہوئے چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گا جو Modern Warfare ہے اس میں آسمان کا رنگ ہی بدل جایا کرتا ہے۔ شعلوں سے اور مختلف قسم کی بلاؤں کی وجہ سے تو رنگے ہوئے چمڑے جیسا رنگ ہو جاتا ہے"۔

(ترجمۃ القرآن کلاس نمبر ۲۷۵ ریکارڈ ۳۰ ستمبر ۱۹۹۸ء)

پیشگوئی نمبر ۵

یَوْمَ تَکُوْنُ السَّمَآءُ کَالْمُهْلِ ○ وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِهْنِ ○ (المعارج: ۹، ۱۰)

"اس دن (شدت حرارت کی وجہ سے) آسمان پگھلائے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا اور پہاڑ دھنی ہوئی اُون کی طرح ہو جائیں گے"۔

اس کی تفسیر میں حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

"یعنی ایسی ایجادیں نکل آئیں گی جیسے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کہ جن کے گرنے سے پہاڑوں جیسی مضبوط چیز بھی روئی کے گالوں کی طرح اڑ جائے گی"۔

(تفسیر صغیر۔ سورۃ المعارج: ۹، ۱۰)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ مندرجہ ذیل آیات:

یَوْمَ تَکُوْنُ السَّمَآءُ کَالْمُهْلِ وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِهْنِ ○ وَلَا یَسْئَلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا ○ یُّبَصَّرُوْنَهُمْ

يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ ۝

(المعارج:۹تا۱۲)

کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

''جب Atomic Warfare ہوتو اس وقت یہ ممکن ہے کہ اَلسَّمَآءُ کَالْمُھْلِ کی طرح دکھائی دے۔ آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح دکھائی دے۔ وَلَا یَسْئَلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا ۔وہ ایسا وقت ہوگا جب کوئی کسی گہرے دوست کو بھی نہیں پوچھے گا......اتنی خوفناک چیز ہے radiation کا عذاب کہ اب تک جہاں جہاں یہ تجربے ہوئے ہیں۔ وہاں لازماً یہی باتیں دکھائی دی ہیں کہ عورتیں اپنے بچوں کو بھول گئی ہیں اور اتنی خوفناک اندر ایک گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے۔ Atomic Warfare سے یا radiation سے کہ اگر اس وقت ان کو پوچھا جائے تو وہ اپنے بچوں کو قربان کر کے بھی اس مصیبت سے بچنے کی کوشش کریں''۔

(ترجمۃ القرآن کلاس نمبر۲۹۳)

پیشگوئی نمبر۶

ایک اور پیشگوئی حضرت مصلح موعود نے سورۃ المطففین کی چند آیات مختلف جگہوں سے لے کر مستنبط کی ہے۔ وہ آیات مندرجہ ذیل ہیں:-

کَلَّآ اِنَّ کِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ ۝ (آیت:۸)

کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ (آیت:۱۵)

کَلَّآ اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ. (آیت:۱۶)

کَلَّآ اِنَّ کِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ ۝. (آیت:۱۹)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کَلَّآ اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ کی تشریح کرتے ہوئے تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں:-

''کَلَّا کے معنے ردع (دھتکارنا) اور زجر کے ہیں۔ پس کَلَّا کا جو اس جگہ تکرار کیا گیا ہے اس میں شدتِ عذاب کی طرف اشارہ ہے.....چونکہ سورہ مائدہ میں مسیحی اقوام کو دنیوی ترقیات عطا کرنے کا وعدہ تھا اور پھر اس کے ساتھ ہی یہ خبر تھی کہ اگر انہوں نے کفر کی طرف رجوع کیا تو مَیں اُن پر وہ عذاب نازل کروں گا جو دنیا میں کسی قوم پر نازل نہیں ہوا۔ اس لئے یہاں کَلَّا کا تکرار اسی عذاب شدید کی طرف اشارہ کرنے کیلئے کیا گیا ہے.....پھر کَلَّا کے اس تکرار پر غور کرنے سے ایک اور بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ یہاں تین دفعہ کَلَّا کفر کے ذکر کے بعد آتا ہے اور ایک دفعہ کَلَّا مومنوں کے ذکر سے پہلے ہے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ تین جھٹکے عیسائیت کی تباہی کے لئے لگیں گے اور چوتھا جھٹکا اسلام کے قیام کا موجب ہوگا۔ بظاہر جہاں تک عقل کام دیتی ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلی جنگ عظیم جو ۱۹۱۸ء میں ختم ہوئی پہلا جھٹکا تھا جو عیسائیت کو لگا۔ اب دوسری جنگ جو شروع ہے یہ دوسرا جھٹکا ہے۔ اس کے بعد ایک تیسری جنگ عظیم ہوگی جو مغرب کی تباہی کے لئے تیسرا اور آخری جھٹکا ہوگا۔ اس کے بعد ایک چوتھا جھٹکا لگے گا جس کے بعد اسلام اپنے عروج کو پہنچ جائے گا۔ اور مغربی اقوام بالکل ذلیل ہو جائیں گی۔ کیونکہ چوتھے کَلَّا کے بعد ہی یہ ذکر آتا ہے کہ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ ۝ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا عِلِّیُّوْنَ ۝ کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ یَّشْھَدُہُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ (تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ۲۰۶تا۲۰۷)

پیشگوئی نمبر ۷

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا. وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ . بِئْسَ الشَّرَابُ. وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا○(الکہف : ۳۰)

سُرادق کے معنے ۔(۱) غبار ۔(۲) دھوئیں کا بگولہ (اقرب)

اَلْمُهْلُ مُہل سب معدنیات کو کہتے ہیں ۔مثلاً چاندی لوہے وغیرہ کو۔ پگھلا ہوا تانبا ۔تیل ۔فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں:-

''اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ جہاد کا زمانہ نہ ہوگا ۔بلکہ تبلیغ کا زمانہ ہوگا ۔لوگوں کے سامنے صداقت رکھنا مسلمانوں کا فرض ہوگا۔ آگے کوئی مانے یا نہ مانے ۔کسی سے جنگ کرنی جائز نہ ہوگی۔

چونکہ یہ سوال ہوسکتا تھا کہ اگر جنگ اور جہاد نہ ہوگا تو مسلمانوں کی کمزور حالت کس طرح بدلے گی اس کا جواب یہ دیا کہ ہم اس کے سامان خود پیدا کریں گے اور یورپین اقوام کو جنگ کا عذاب گھیر لے گا اور گویا جنگ ان کے گھروں کے گرد خیمے لگالے گی اور جس قدر وہ امن کے لئے کوشش کریں گے اور امن امن کہہ کے چلائیں گے اسی قدر پگھلتا ہوا لوہا اور تانبہ ان کے مونہوں پر ڈالا جائے گا ۔یعنی امن کی پکار تو ہوگی لیکن نتیجہ توپوں کے گولے اور بم ہی نکلے گا اور ان کے ملک رہائش کے قابل نہ رہیں گے بلکہ برا ٹھکانا بن جائیں گے۔

اِرْتَفَقَ کے معنے تعاون اور رفاقت کے بھی ہوتے ہیں ۔ان معنوں کی رو سے معنے یہ ہوں گے کہ قومیں امن کی خاطر دوسری قوموں سے دوستیاں کریں گی لیکن ان دوستیوں کا نتیجہ جنگ نکلے گا نہ کہ صلح''

(تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۴۴۵)

پیشگوئی نمبر ۸

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا○ (الکہف : ۴۸)

اس کی تفسیر میں حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:-

''جبل کے معنی بڑے آدمی کے بھی ہوتے ہیں اور سیّر کے معنی چلانے کے۔اس جگہ جبال سے مراد بڑے لوگ ہی ہیں۔ کیونکہ اس جگہ آدمیوں کا ذکر ہے پہاڑوں اور دریاؤں کا ذکر نہیں اور بتایا گیا ہے کہ یہ سب پیشگوئیاں اس دن پوری ہونگی جب بڑے بڑے لوگ جنگوں کے لئے نکل کھڑے ہونگے اور تو ساری زمین کو یعنی سب اہل زمین کو دیکھے گا کہ جنگ کے لئے ایک دوسرے کے مقابل پر کھڑے ہوجائیں گے اور ایسی جنگ ہوگی کہ گویا ان میں سے ایک بھی نہ بچے گا۔ اس واقعہ کی طرف انجیل میں بھی اشارہ ہے۔ حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ آخری زمانے میں قوم قوم پر اور بادشاہت بادشاہت پر چڑھائی کرے گی ۔(متی۔باب ۲۴ آیت ۷)......ہوسکتا ہے کہ الارض سے ادنیٰ طبقہ کے لوگ مراد ہوں اور الجبال سے مراد بڑے لوگ یعنی اس دن ایک طرف سے جبال یعنی بڑے لوگ یا دوسرے لفظوں میں ڈکٹیٹرز نکلیں گے اور دوسری طرف سے ارض یعنی ڈیماکریسیز کے حامی اور حکومت عوام کے نمائندے نکلیں گے اور آپس میں خوب جنگ ہوگی''۔

(تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۴۵۷، ۴۵۸)

باقی آئندہ

☆☆☆

الوصیّت

(مکرم عبدالحق بدر صاحب

یہ رسالہ روحانی خزائن جلد نمبر 20 میں شامل ہے اور 32 صفحات پر مشتمل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دسمبر 1905ء میں یہ رسالہ تصنیف فرمایا۔ اس میں حضور نے وہ تمام الہامات درج فرمائے ہیں جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ آپ کی وفات قریب ہے۔ نبی کی وفات سے اس کی قوم میں جو زلزلہ پیدا ہوتا ہے اس کے متعلق حضور نے جماعت کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدیم سے یہ سنت ہے کہ وہ دو قدرتیں دکھلاتا ہے۔

1۔ پہلی قدرت نبی کا وجود ہے۔

2۔ اور نبی کی وفات کے بعد قدرت ثانیہ کا ظہور ہوتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کیا۔ جنہوں نے اسلام کو تھام لیا۔ گویا حضور نے جہاں اپنی وفات کی خبر دی وہاں ساتھ ہی خلافت کے ایک دائمی سلسلہ کے اپنی جماعت میں جاری ہونے کی بشارت بھی دی۔ حضور نے نہایت واضح الفاظ میں حضرت ابوبکرؓ کی مثال دینے کے بعد فرمایا:۔

"تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی"۔ (رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ 305)

علاوہ ازیں اس رسالے میں حضور نے الٰہی منشاء کے تحت اشاعت (دین حق) اور تبلیغ احکام قرآن کے مقاصد کے لئے ایک دائمی اور مستقل نظام کے قیام کا اعلان فرمایا ہے جو نظام الوصیت کے نام سے مشہور ہے اور یہی آئندہ دنیا کے مختلف اقتصادی نظاموں میں ''نظام نو'' ثابت ہوگا۔ جس کی رو سے اشاعت (دین حق) کی خاطر ہر وصیت کرنے والے کو اپنی آمد اور جائیداد کا کم از کم 1/10 حصہ سلسلہ کو دینا ہوگا۔

وصیت کنندہ کا ذاتی طور پر متقی محرمات سے پرہیز کرنا اور شرک و بدعت سے مجتنب اور سچا اور صاف ہونا بھی شرط ہے۔ حضور نے الٰہی منشاء کے تحت ایسے وصیت کرنے والوں کے لئے ایک مقبرہ تجویز فرمایا اور فرمایا:۔

''میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اسی کو بہشتی مقبرہ بنادے اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہو جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کرلیا اور دنیا کی محبت چھوڑ دی۔ اور خدا کے لئے

ہو گئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کرلی اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا۔ آمین یارب العالمین"۔

(الوصیت روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 316)

الوصیت کے رسالے کے ساتھ ایک ضمیمہ بھی شامل ہے جس میں وصیت اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کے اصولی قواعد خود حضورؑ کی طرف سے درج ہیں۔

علاوہ ازیں حضرت مسیح موعودؑ نے اس رسالے میں اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اس کی قدرتوں اور افعال اور آنحضرتؐ کے جاری فیضان کے بارے آسان مگر نہایت پُرحکمت الفاظ میں فرمایا:۔

"وہ دیکھتا ہے بغیر جسمانی آنکھوں کے اور سنتا ہے بغیر جسمانی کانوں کے اور بولتا ہے بغیر جسمانی زبان کے۔ اسی طرح نیستی سے ہستی کرنا اس کا کام ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ خواب کے نظارہ میں بغیر کسی مادہ کے ایک عالم پیدا کر دیتا ہے اور ہر ایک فانی اور معدوم کو موجود دکھلا دیتا ہے۔ پس اسی طرح اس کی تمام قدرتیں ہیں۔ نادان ہے وہ جو اس کی قدرتوں سے انکار کرے۔ اندھا ہے وہ جو اس کی عمیق طاقتوں سے بے خبر ہے۔ وہ سب کچھ کرتا ہے اور کر سکتا ہے بغیر ان امور کے جو اس کی شان کے مخالف ہیں یا اس کے مواعید کے برخلاف ہیں۔ اور وہ واحد ہے اپنی ذات میں اور صفات میں اور افعال میں اور قدرتوں میں۔ اور اس تک پہنچنے کے لئے تمام دروازے بند ہیں مگر ایک دروازہ جو فرقان مجید نے کھولا ہے۔ اور تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں اُن کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی کیونکہ نبوت محمدیہؐ ان سب پر مشتمل اور حاوی ہے اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں۔ تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اسی کے اندر ہیں۔ نہ اُس کے بعد کوئی سچائی آئے گی اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں۔ اس لئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیے تھا کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے اُس کے لئے ایک انجام بھی ہے۔ لیکن یہ نبوت محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اُس میں فیض ہے۔ اس نبوت کی پیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے اور اس کی پیروی سے خدا تعالیٰ کی محبت کا اس کے مکالمہ مخاطبہ کا اس سے بڑھ کر انعام مل سکتا ہے جو پہلے ملتا تھا"۔

(رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 311-310)

اور آخر میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کے اجلاس منعقدہ ۲۹ جنوری ۱۹۰۶ء کی روئیداد بھی درج ہے جو نظام وصیت کے متعلق ہی ہے

☆☆☆

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی

مجلس عرفان

سوال: قرآن کریم میں مذکور انبیاء کرام کا تعلق صرف مشرق وسطیٰ سے ہونے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: فرمایا۔ یہ حقیقت ہے کہ قرآن کریم میں مذکور انبیائے کرام تقریباً سب ہی مشرق وسطیٰ میں مبعوث ہوئے ہیں۔ محققین کی تحقیق کے مطابق حضرت ایوبؑ اور حضرت ذوالکفلؑ کا تعلق اس علاقہ سے نہ تھا حالانکہ ان کے نام بھی قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں آنے والے انبیاءؑ کی ایک بڑی تعداد اسرائیلی انبیاءؑ کرام کی ہے جو حضرت ابراہیمؑ کی نسل تھے۔ قرآن کریم میں اس علاقے سے تعلق رکھنے والے انبیاء کرامؑ کے خاص طور پر ذکر کی یہ وجہ ہے کہ مستقبل میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو وجہ تخلیق کائنات تھے اس علاقے میں پیدا کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس علاقے سے چند نبی نمونۃً لے کر گویا منصب نبوت کے متعلق تمام مراحل کا ذکر فرمادیا۔ مثلاً کس قسم کے حالات انبیاء کرامؑ کی بعثت کے متقاضی ہوتے ہیں اور دعوے سے پہلے انبیاء کرامؑ کو کس نظر سے دیکھا جاتا ہے اور نبوت کے دعویٰ کے بعد ان سے کیا سلوک ہوتا ہے اور بالآخر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کس طرح انہیں ان کے مقاصد میں کامیاب و کامران کرتی ہے۔ قرآن کریم کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مختلف اوقات میں مختلف اقوام کی طرف نبی مبعوث فرمائے ہیں۔ احادیث نبویؐ سے بھی ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرامؑ کے دنیا میں آنے کی تصدیق ہوتی ہے۔ ان تمام انبیاءؑ کا ذکر اور ان کے ساتھ گزرنے والے حالات کا تفصیلی جائزہ اس لئے ناممکن تھا کہ اس سے قرآن کریم کی بے شمار جلدیں بن جاتیں۔

فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا مشرق وسطیٰ میں آنے والے انبیاءؑ کے ساتھ ان دو نبیوں کے نام کے ذکر سے جن سے بائبل اور اہل عرب بالکل ناآشنا تھے، یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ قرآن کریم ایک الہامی کتاب ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نبیوں کے نام جاننے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔

فرمایا۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ جو قرآن کریم میں مذکور ہے وہ بھی اس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا ثابت کرتا ہے۔ یہ واقعہ فرعون کا ڈوبتے وقت حضرت موسیٰؑ اور ان کے خدا پر ایمان لانے اور اس کے جسم کو قیامت تک کے لئے محفوظ رکھنے کا ہے تاکہ آنے والی نسلیں اس سے عبرت حاصل کریں۔ اگر آنحضرتؐ کے زمانہ میں یہ سوال اٹھایا جاتا تو ممکن ہے کہ آپؐ اس کی تفصیل نہ بتا سکتے لیکن اب 1400 برس گزرنے پر ماہرین نے اسی فرعون کی نعش دریافت کرلی ہے۔ سمندر میں سے فرعون کی نعش نکال کر اس کو محفوظ کردینے کا علم سوائے خدا کے اور کسی کو نہ تھا۔ بائبل کے مطابق فرعون ڈوب کر مر گیا تھا اور لوگوں کو صرف اس کے ڈوبنے کا ہی علم تھا۔ فرعون کی نعش کا صحیح سالم سمندر میں سے نکال کر محفوظ کئے جانے کا علم رکھنا کسی انسان کے لئے ناممکنات میں سے تھا۔

سوال: انبیاءؑ دنیا میں امن قائم کرنے آتے ہیں جبکہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش اور وفات دونوں جھگڑے اور فساد کا موجب ہیں؟

جواب: حضرت عیسیٰؑ کے متعلق قرآن کریم میں اس کے بالکل متضاد بیان ہے۔ یعنی "سلامتی ہو مجھ پر (حضرت

عیسیٰ پر) جس دن میں پیدا ہوا اور سلامتی ہو مجھ پر جس دن میں مروں گا اور سلامتی ہو مجھ پر جس دن میں اٹھایا جاؤں گا۔ فرمایا کہ اس امن کے دو پہلو ہیں۔ اول سلامتی اور امن اپنے پیدا کرنے والے کے ساتھ۔ دوم سلامتی اور امن بنی نوع انسان کے ساتھ۔ جب نبی دنیا میں آتے ہیں تو وہ ظاہری امن کی بات نہیں کرتے جو ظاہری اور کھوکھلا ہوتا ہے بلکہ اس امن کی بات کرتے ہیں جو انسانوں کو اپنے رب سے ملا دیتا ہے اور ٹھوس اور ابدی ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ کی پیدائش اور وفات کا اس جھگڑے اور فساد سے کوئی تعلق نہیں۔ فساد کا موجب تو ان کا دعویٰ نبوت ہے۔ یہ صرف حضرت عیسیٰ کے ساتھ ہی نہیں بلکہ ہر نبی کے آنے پر لوگوں نے یہی کہا کہ ہم تو امن سے رہ رہے تھے، تم نے آ کر فساد پیدا کر دیا ہے۔ انبیاء کرام تو ہمیشہ اس کی تلقین کرتے ہیں مگر ان کا ظاہری سکون تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے۔ بدامنی کا الزام نبیوں پر نہیں بلکہ ان کے مخالفوں پر آتا ہے جو مخالفت کر کے بدامنی پیدا کر دیتے ہیں۔

سوال: قرآن کریم کی رو سے دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء آئے۔ پرانے مذہب کا شرق میں تو نشان ملتا ہے۔ یہ کیا وجہ ہے کہ یورپ میں کوئی نشان نہیں پایا جاتا؟

جواب: عیسائیت سے پہلے یہاں بے شمار چھوٹے چھوٹے مذاہب کے نشانات ملتے ہیں کو وقت کے ساتھ ساتھ ان کی حالت بالکل بدل گئی تھی لیکن عیسائیت نے ان تمام پرانے مذاہب کو بڑی بے دردی کے ساتھ کچل کر رکھ دیا اور ان کے تمام نشانات بالکل مٹا دیے گئے۔ کینیڈا اور آسٹریلیا میں بھی ان پرانے مذاہب کے نشانات موجود ہیں اور حیرت کی بات ہے کہ یہ تمام مذاہب اب تک کسی آنے والے کا انتظار کر رہے ہیں۔

(''بحر عرفان'' شائع کردہ لجنہ اماء اللہ لاہور)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

محمدؐ کا جو رتبہ عالی شان ہے
فقط اللہ اس کا راز داں ہے
کمالِ حسن و احسانِ اللہ اللہ
محمدؐ مالکِ حسنِ جہاں ہے
محمدؐ اسمِ عبد اللہ کا حال
محمدؐ جلوۂ ذوالامتناں ہے
محمدؐ کیا ہے شرحِ صبغۃ اللہ
کہ ہر اک رنگِ یار اس سے عیاں ہے
عدو خونی ہے، بپھرا پھر رہا ہے
محمدؐ اپنے مولیٰ میں نہاں ہے
مصاحب ہے کہ لرزاں و پریشاں
محمدؐ پر توکل کا سماں ہے
توکل صاحبِ کون و مکاں پر
اسی کا وعدۂ حفظ و اماں ہے
محمدؐ میری جاں ہے تیری جاں ہے
محمدؐ جانِ جانِ کل جہاں ہے
محمدؐ کی غلامی میرے پیارو!
غلامی کیا، حیاتِ جاوداں ہے
محمدؐ کی غلامی سے جو دوڑے
قرار اس کو یہاں ہے نہ وہاں ہے
عنایت کر دے ہاں کر دے پیارے
عنایت کا لٹانا تیری شاں ہے

(مکرم حافظ برہان محمد خان صاحب)

بل فائٹنگ
ایک وحشیانہ کھیل

(مکرم قیصر محمود صاحب۔ دارالعلوم جنوبی ربوہ)

یوں تو بل فائٹنگ کا کھیل میکسیکو، پیرو، وینز ویلا، پرتگال اور کولمبیا میں بھی کھیلا جاتا ہے لیکن جو درجہ اسے اسپین میں حاصل ہے اور کسی ملک میں نہیں کیونکہ یہ نہ صرف اس ملک کا قومی کھیل ہے بلکہ اب تو اس ملک میں ایک صنعت کا درجہ رکھتا ہے۔

تاریخ

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کھیل رومن ایمپائرز کے وقتوں میں کھیلا جاتا تھا جب وہ اپنی بہادری ظاہر کرنے کے لئے اسی طرح کے وحشی بیلوں کا مقابلہ کرتے تھے اور انہیں زیر کرنا ان کی بہادری کی علامت سمجھی جاتی تھی۔

بل فائٹنگ اصل میں انسان اور ایک وحشی بیل کی جنگ ہے جس کا اختتام بل یا انسان کی موت پر ہوتا ہے۔ اس لئے تمام دنیا میں لوگ جہاں اس کھیل کو پسند کرتے ہیں وہاں ایک طبقہ اس کھیل کو سراسر انسان اور جانور کی تذلیل سمجھتا ہے۔

میٹاڈور

اس کھیل کا ہیرو یا اصل کردار جو بل سے مقابلہ کرتا ہے اسے میٹاڈور (Matadore) کہا جاتا ہے۔ میٹاڈور کا مخالف بل عام گھروں میں پلنے والا سانڈ نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک وحشی جنگلی بھینسا ہوتا ہے جس کو خاص طور پر ان مقابلوں کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ مقابلہ کرنے والوں کا نا صرف یہ شوق ہوتا ہے بلکہ اس کے بدلہ میں انہیں کافی بھاری رقم ملتی ہے، لیکن یہ رقم ان کی جان کے بدلے کچھ قیمت نہیں رکھتی کیونکہ اس خوفناک کھیل میں جان کا خطرہ ہر وقت موجود ہوتا ہے اس لئے اکثر میٹاڈور اپنے مختصر کیریئر میں کافی رقم کما کر ریٹائر ہو جاتے ہیں۔

کھیل کا آغاز

کھیل کا آغاز بڑے پروقار طریق سے ہوتا ہے سب سے پہلے میٹاڈور میدان میں داخل ہوتا ہے، جس کا لباس نہایت خوبصورت اور چست ہوتا ہے۔ وہ پورے میدان کا چکر لگاتا ہے۔ اس کے ساتھ دو گھڑ سوار اور تین اسسٹنٹ ہوتے ہیں۔ جب کھیل کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے اس وقت گراؤنڈ میں صرف میٹاڈور اور بل ہی ہوتا ہے۔ میٹاڈور کے ہاتھ میں سرخ رنگ کا کپڑا ہوتا ہے جو بل کو اشتعال دلانے کے لئے وہ اس کے سامنے لہراتا ہے۔ عام خیال کیا جاتا ہے کہ بل سرخ رنگ کو دیکھ کر غصہ میں آتا ہے اور حملہ آور ہوتا ہے حالانکہ بل رنگوں کی تمیز سے نا آشنا یعنی کلر بلائنڈ ہوتا ہے۔ بل بار بار غصہ سے میٹاڈور پر حملہ آور ہوتا ہے۔ اس حملہ کے دوران اس سے بچنا اور اس پر کامیاب وار کرنا ہی ایک اچھے میٹاڈور کی علامت سمجھی جاتی ہے۔

کھیل کے درمیانی حصہ میں میدان میں پھر دو گھڑ سوار اور میٹاڈور کے اسسٹنٹ داخل ہوتے ہیں جو نیزوں سے بھینسے کو شدید زخمی کر دیتے ہیں۔ بھینسے کو زخمی کرنے والے یہ پانچ افراد کچھ زیادہ بہادر نہیں ہوتے کیونکہ وہ یہ تمام وار مناسب فاصلہ سے کرتے ہیں۔ بل کو شدید زخمی بلکہ شدید مشتعل کرکے یہ افراد گراؤنڈ سے باہر چلے جاتے ہیں۔

فیصلہ کن گھڑی

اب وہ وقت آنا شروع ہو جاتا ہے جس کے دیکھنے کے لئے ہزاروں شائقین مہنگی ٹکٹ خرید کر میدان میں جمع ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ وہ آخری معرکہ ہوتا ہے جس میں بل یا بیناڈور جان کی بازی ہار جاتا ہے۔ زخموں سے چور اور اشتعال کی حدوں کو چھوتے ہوئے بُل کو بیناڈور ایک بار پھر اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔ بُل پوری قوت سے آخری حملہ کرتا ہے اور بیناڈور بھی اسی مستعدی اور طاقت سے اس پر آخری وار کرتا ہے۔ اس آخری وار میں اس نے بُل کی گردن کے درمیان اپنی تلوار پیوست کر دینی ہوتی ہے۔ اگر وہ اس میں کامیاب ہو جائے تو بُل کا قلعہ مسمار جاتا ہے اور بیناڈور اگلے ہی لمحے گراؤنڈ کا چکر لگا کر شائقین سے داد وصول کر رہا ہوتا ہے۔ لیکن دوسری صورت میں بیناڈور انتظامیہ کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ کامیاب ہو جانے والا بُل دوبارہ اس قسم کے مقابلہ کے لئے موزوں نہیں سمجھا جاتا۔

انعام

مقابلے کے فاتح کو انعام میں خطیر رقم کے ساتھ ساتھ اگر اس نے اچھی کارکردگی دکھائی ہو تو بُل کا ایک کان بطور انعام ملتا ہے۔ اگر اس کی کارکردگی بہت اچھی ہو تو دونوں کان اور اعلیٰ درجہ کی کارکردگی پر اسے نہ صرف دونوں کان بلکہ بُل کی دم بھی بطور انعام ملتی ہے۔ اسی طرح مقابلہ جات کے اختتام پر ہلاک ہونے والے بُل کا گوشت شائقین کو کھانے کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔

تنظیموں کی مخالفت

انسان اور جانوروں کے حقوق کی عالمی تنظیمیں اس وحشیانہ کھیل کی سخت مخالف ہیں۔ ان کے خیال میں یہ سراسر انسان اور جانور دونوں کی تذلیل ہے اگر اس جنگ میں انسان مارا جاتا ہے تو پھر بھی اور اگر انسان بُل کو زیر کر لیتا ہے پھر بھی۔ یہ کھیل منعقد کرنے والوں کے خیال میں یہ صرف ایک کھیل ہے اور کچھ بھی نہیں جو تمام دنیا کے شائقین پسند کرتے ہیں بلکہ ہر سال بے شمار سیاح اسپین میں صرف یہ مقابلہ جات دیکھنے کے لئے آتے ہیں۔ اسی طرح بیناڈور کی حفاظت کا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔ (ماخوذ از انسائیکلوپیڈیا بریٹینیکا)

☆☆☆☆☆

سب سے زیادہ جانی نقصان کرنے والی

دس وبائیں

(مرسلہ: مکرم ساجد محمود بٹر صاحب)

وبا	مقام	تاریخ	تخمیناً مرنے والے
مری	یورپ/ایشیاء	1347-51	75000000
انفلوئنزا	عالمگیر	1918-20	21640000
طاعون	انڈیا	1896-1948	12000000
ایڈز	عالمگیر	1981 سے تاحال	11700000
ٹائفس	مشرقی یورپ	1914-15	3000000
طاعون	یورپ/ایشیا	541-90	کئی ملین
ہیضہ	عالمگیر	1846-60	کئی ملین
ہیضہ	یورپ	1826-37	کئی ملین
ہیضہ	عالمگیر	1893-94	کئی ملین
چیچک	میکسیکو	1530-45	1000000

(The Top Ten of Everything 2001 p:31)

☆☆☆☆☆

اداریہ

تجدید بیعت

خلافت خامسہ کے آغاز پر تمام احمدیوں کو حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دست مبارک پر تجدید بیعت کی سعادت ملی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ ایک دفعہ پھر حبل اللہ کو تھام کر غلبہ دین حق کی شاہراہ پر رواں دواں ہو چکی ہے۔ اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بیعت کی اصل حقیقت اور غشاء کو قارئین کے لئے بیان کیا جائے تا کہ ہر احمدی اس آئینہ میں اپنی ذات کو سنوار سکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

''بیعت کا لفظ بیع سے مشتق ہے اور بیع اس باہمی رضامندی کے معاملہ کو کہتے ہیں جس میں ایک چیز دوسری چیز کے عوض میں دی جاتی ہے۔ سو بیعت سے غرض یہ ہے کہ بیعت کرنے والا اپنے نفس کو مع اس کے تمام لوازم کے ایک رہبر کے ہاتھ میں اس غرض سے بیچے کہ تا اس کے عوض میں وہ معارف حقہ اور برکات کاملہ حاصل کرے جو موجب معرفت اور نجات اور رضامندی باری تعالیٰ ہوں۔ اس سے ظاہر ہے کہ بیعت سے صرف توبہ منظور نہیں کیونکہ ایسی توبہ تو انسان بطور خود بھی کر سکتا ہے بلکہ وہ معارف اور برکات اور نشان مقصود ہیں جو حقیقی توبہ کی طرف کھینچتے ہیں۔ بیعت سے اصل مدعا یہ ہے کہ اپنے نفس کو اپنے رہبر کی غلامی میں دے کر وہ علوم اور معارف اور برکات اس کے عوض میں لیوے جن سے ایمان قوی ہو اور معرفت بڑھے اور خدا تعالیٰ سے صاف تعلق پیدا ہو اور اسی طرح دنیوی جہنم سے رہا ہو کر آخرت کے دوزخ سے مخلصی نصیب ہو اور دنیوی نابینائی سے شفا پا کر آخرت کی نابینائی سے بھی امن حاصل ہو''۔ (ضرورت الامام۔ روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 498)

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں:-

''سن لو! کہ بیعت بک جانے کا نام ہے۔ ایک دفعہ حضرت صاحب (مسیح موعود علیہ السلام) نے مجھے اشارۃً فرمایا کہ وطن کا خیال بھی نہ کرنا۔ سو اس کے بعد میری ساری عزت اور سارا خیال انہی سے وابستہ ہو گیا اور میں نے کبھی وطن کا خیال تک نہیں کیا''۔ (الحکم 6 جون 1908ء)

بیعت کرنے کے بعد کیا تبدیلی پیدا ہونی چاہیے اور کیا انقلاب برپا ہونا چاہیے اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے منصب خلافت پر متمکن ہونے کے بعد فرمایا:-

''میں اپنے اندر ایک بات محسوس کر رہا ہوں مجھے یوں لگا کہ میں کل مر چکا ہوں اور ایک نیا وجود پیدا ہوا ہے اور میری دعا ہے کہ ان معنوں میں ایک قیامت برپا ہو جائے اور گھر گھر میں نئے وجود پیدا ہوں''۔

اللہ کرے کہ ہر احمدی بیعت کی اصل حقیقت کو سمجھتے ہوئے اپنے اندر ایک ایسا انقلاب برپا کرے کہ اس کی دنیا یکسر بدل جائے اور وہ سراسر اپنی تطہیر کرتے ہوئے، لباس تقویٰ کو زیب تن کرتے ہوئے سلوک کی راہیں طے کرے۔ (آمین) اور تمام احباب جماعت کے دل اور ان کے بدن اور ان کی سوچیں گداز ہو کر اپنے محبوب پیشوا سیدنا و امامنا کے حضور یہ پکار رہی ہوں۔

جان و مال و آبرو حاضر ہیں تیری راہ میں

حضرت مسیح علیہ السلام کے سفر

(مکرم نصیب احمد صاحب ۔ ربوہ)

لفظ ''مسیح'' کے ایک معنی ''بہت زیادہ سفر کرنے والا'' ہیں ۔ جب ہم حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو بچپن سے لے کر جوانی تک اور پھر نبوت کے بعد تو سیاحت کا ایک سلسلہ ہے جو یروشلم سے شروع ہو کر شام، عراق، ایران، افغانستان سے ہوتا ہوا تبت اور کشمیر تک جا پہنچتا ہے ۔ اس وقت حضرت مسیح علیہ السلام کے سفروں میں سے صرف اُن کا ذکر کرنا مقصود ہے جو آپ نے یروشلم کی طرف کئے ۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے والد یوسف فلسطین کے صوبہ گلیل کی بستی ناصرہ میں رہتے تھے ۔ جب خدائی تصرف سے ان کی بیوی کے حمل ٹھہرا تو بعض مصلحتوں کے پیش نظر انہوں نے گلیل سے نکلنا مناسب جانا ۔ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے والد یہودیہ کے رہنے والے تھے اس لئے اسم نویسی کیلئے گلیل سے یہودیہ کی طرف نکلے ۔ واقعہ یوں ہے کہ قیصر اگوستس کی طرف سے حکم جاری ہوا کہ ساری دنیا کے لوگوں کے نام لکھے جائیں ۔ مراد ساری یہودی دنیا تھی ۔

(لوقا باب: 2 آیت 1)

حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے وقت فلسطین کے چار صوبے تھے گلیل، سامریہ، یہودیہ اور دکپلس ۔ ناصرہ صوبہ گلیل کا ایک شہر تھا اور بیت لحم صوبہ یہودیہ کا ایک شہر تھا ۔ یروشلم بھی صوبہ یہودیہ کا ہی ایک شہر ہے ۔ قیصر اگوستس نے مردم شماری کیلئے جو حکم دیا تھا وہ یوشع بن نون کی تقسیم کے مطابق تھا، جب فلسطین (کنعان) کو بارہ حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا ۔ اس تقسیم کے مطابق حضرت مسیح کے والد کا یہودیہ میں جانا ضروری تھا ۔ حضرت مسیح کے والد یوسف چونکہ حضرت داؤد کے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے ۔ اور ابتدائی تقسیم میں حضرت داؤد کا گھرانہ یہودیہ میں آباد ہوا تھا

اس لئے وہ صوبہ گلیل کے شہر ناصرہ سے یہودیہ کی طرف گئے ۔ اناجیل نویس کہتے ہیں کہ یہ سفر انہوں نے قیصر اگوستس کے حکم سے اسم نویسی کیلئے کیا ۔ بیت لحم کے علاقہ میں ان کی بیوی حضرت مریم کو دردزہ ہوئی اور ان کے ہاں حضرت مسیح کی پیدائش ہوئی جب کہ وہ یہودیہ کی طرف جا رہے تھے ۔ بیت لحم یہودیہ کا ایک علاقہ ہے اور یروشلم سے تقریباً 7,6 کلومیٹر جنوب کی طرف واقع ہے ۔ حضرت مسیح کی پیدائش اس وقت ہوئی جب ان کے والد اور والدہ اسم نویسی کیلئے یہودیہ کے علاقہ کی طرف آ رہے تھے ۔ بیت لحم میں پیدائش کے بعد وہ یروشلم لائے گئے ۔ اناجیل کے مطابق بیت لحم میں پیدائش کے بعد ان کو یروشلم لایا گیا لکھا ہے کہ

''پھر جب موسیٰ کی شریعت کے موافق ان کے پاک ہونے کے دن پورے ہو گئے تو وہ اس کو یروشلم میں لائے تاکہ خداوند کے آگے حاضر کریں''۔

(لوقا باب: 2 آیت: 22-23)

انجیل میں لکھا ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام چھوٹے تھے تو ان کے والدین ہر سال یروشلم جایا کرتے تھے ۔ اناجیل میں وضاحت نہیں کہ کیا بچہ ہر سال ساتھ آتا تھا یا نہیں ۔ البتہ

جب حضرت مسیحؑ بارہ سال کے تھے اس وقت حضرت مسیح علیہ السلام ضرور یروشلم تشریف لائے۔

''اس کے ماں باپ ہر برس عید فسح پر (یروشلم) جایا کرتے تھے''۔ (لوقاباب 2:آیت 41)

اور جب وہ بارہ برس کا ہوا تو وہ عید کے دستور کے موافق یروشلم کو گئے جب وہ ان دنوں کو پورا کر کے لوٹے تو وہ لڑکا یروشلم میں رہ گیا اور اس کے ماں باپ کو خبر نہ ہوئی''۔

(لوقاباب 2آیت 42تا 43)

اس واقعہ کے بعد کیا ہر سال حضرت مسیحؑ عید فسح پر حاضر ہوتے رہے یا نہیں؟ اناجیل اس بارے میں بالکل خاموش ہیں۔ بچپن میں یروشلم آنے کے صرف دو واقعات ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔

ایک دفعہ حضرت مسیحؑ نبوت ملنے کے بعد یہودیہ کے علاقہ میں یردن کے قریب بپتسمہ دیتے ہوئے نظر آتے ہیں اور یہ ایسا واقعہ ہے جو صرف یوحنا کی انجیل میں مذکور ہے۔ باقی اناجیل میں اس واقعہ کا ذکر نہیں اور یروشلم جانے کی تصریح بھی نہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ: ''ان باتوں کے بعد یسوع اور ان کے شاگرد یہودیہ کے ملک میں آئے اور وہ وہاں ان کے ساتھ رہ کر بپتسمہ دینے لگا''۔ (یوحنا:3آیت 22)

حضرت مسیحؑ دعویٰ نبوت کے بعد یروشلم کتنی بار گئے اس بارہ میں اناجیل کے بیانات غیر واضح اور مبہم ہیں۔ البتہ یہ بات قطعی ہے کہ یروشلم سے فقیہی اور فریسی حضرت مسیحؑ کے پاس استفسار کیلئے آتے جاتے تھے۔

''اس وقت فریسیوں اور فقیہوں نے یروشلم سے یسوع کے پاس آ کر کہا کہ تیرے شاگرد بزرگوں کی روایت کو کیوں ٹال دیتے ہیں''۔ (متی باب 15آیت 21)

دعویٰ نبوت کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام یروشلم جانے کا ارادہ رکھتے تھے بطور پیشگوئی فرمایا:۔

''اس وقت یسوع اپنے شاگردوں پر ظاہر کرنے لگا کہ اسے ضرور ہے کہ یروشلم جائے اور بزرگوں اور سردار کاہنوں اور فقیہوں کی طرف سے دکھ اٹھائے اور قتل کیا جائے اور تیسرے دن جی اٹھے۔ (متی باب 16آیت 21)

حضرت مسیحؑ نے نبوت کے بعد یروشلم کی طرف جو سفر کیا۔ اناجیل اس پر متفق ہیں اور یہی وہ سفر ہے جس سفر میں حضرت مسیحؑ کو یہودیوں نے الزام لگا کر پکڑا اور پھر پیلاطوس کے پاس کیس لے کر گئے اور بالآخر حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر لٹکانے میں کامیاب ہوئے۔

یوحنا کی انجیل باب 7 تا 10 سے شبہ پڑتا ہے کہ شاید حضرت مسیحؑ آخری سفر سے پہلے بھی ایک دفعہ یروشلم میں آئے ہیں، لیکن اس کے واقعات حضرت مسیح علیہ السلام کے آخری سفر یروشلم سے اتنے مشابہ اور ملتے جلتے ہیں کہ اس سفر کو علیحدہ کرنا مشکل ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام یروشلم کے سفر کا ذکر کرتے ہوئے اپنے شاگردوں کو فرماتے ہیں۔

''دیکھو ہم یروشلم کو جاتے ہیں اور ابن آدم سردار کاہنوں اور فقیہوں کے حوالے کیا جائے گا اور وہ اس کے قتل کا حکم دیں گے''۔ (مرقس باب 10آیت 33۔متی باب: 20آیت 18)

حضرت مسیح علیہ السلام یروشلم میں داخل ہوتے ہیں تو ان کا پرتپاک استقبال کیا گیا۔

(متی باب 21آیت 1تا 9۔مرقس باب 11۔لوقاباب 19)

حضرت مسیح اپنے آخری سفر میں اناجیل کے بقول اندازاً ایک ہفتہ یروشلم میں رہے۔ آپ اس آخری ہفتہ میں دن

کے وقت یہودیوں کو ہیکل میں تعلیم دیتے تھے۔ آپ سارا دن یروشلم میں گزارتے اور رات کو زیتون کے پہاڑ پر چلے جاتے تھے۔ سردار کاہنوں اور فریسیوں نے سازشیں کیں اور مارنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔ بالآخر یہودی حضرت مسیح کو پکڑنے میں کامیاب ہو گئے۔

(آخری ایام با انجیل یوحنا باب 8 تا 10)

حضرت مسیح کا وہ فقرہ جو انہوں نے ہیکل میں خرید و فروخت کرنے والوں اور صرافوں اور کبوتر فروشوں کے تختے اور چوکیاں الٹتے ہوئے فرمایا وہ بھی حضرت مسیح کے آخری سفر یروشلم کا ہی ہے۔

حضرت مسیح نے ان سے کہا: لکھا ہے کہ میرا گھر دعا کا گھر کہلائے گا مگر تم اسے ڈاکوؤں کی کھوہ بناتے ہو۔

(متی باب 21 آیت 13)

بہر حال اسی آخری سفر میں حضرت مسیح کو گرفتار کر لیا گیا اور آپ کو پکڑ کر سب سے پہلے یہودیوں کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ یہودی عدالت کسی کو پھانسی کی سزا نہیں دے سکتی تھی۔ جب یہودی عدالت نے فیصلہ کیا کہ یہ قتل کے لائق ہے اور ملکی قانون کے مطابق خود کسی کو وہ پھانسی کی سزا نہیں دے سکتے تھے، تو یہودیہ کے رومی گورنر پیلاطوس (جو روم کی طرف سے براہ راست مقرر کیا گیا تھا) کے پاس لے کر گئے۔ جب پیلاطوس کو پتہ چلا کہ یہ گلیل کے رہنے والے ہیں تو اس نے کہا کہ اس کو ہیرودیس کے پاس لے کر جاؤ۔ وہ اس کا فیصلہ کرے گا۔ پیلاطوس نے یہ فیصلہ کیوں کیا؟ اس کے پیچھے کیا حقائق تھے؟ انجیل خاموش ہیں۔

پیلاطوس نے حضرت مسیح کو یروشلم میں ہی ہیرودیس کے پاس بھجوایا یا گلیل میں؟ یہ تحقیق طلب بات ہے۔

بہر حال پیدائش کے وقت اور 12 سال کی عمر میں دعویٰ نبوت سے قبل ایک دفعہ اور دعویٰ نبوت کے بعد ایک دفعہ حضرت مسیح کا یروشلم میں آنا مسلم ہے۔ لیکن ایک مذہبی گھرانہ جو ہر سال عید فسح یروشلم میں منانے جائے اس ماحول میں پلنے والا بچہ بھی ضرور ہر سال یروشلم جاتا رہا ہوگا لیکن اناجیل سے اس کے شواہد نہیں ملتے۔

جس وقت حضرت مسیح کی پیدائش ہوئی اس وقت اس سارے علاقے کا ایک ہی حاکم تھا، جس کا نام ہیرودیس تھا اور اس کو ہیرودیس اعظم بھی کہتے ہیں۔ ہیرودیس اعظم کے والد کو جولیس سیزر نے 47 ق م میں اس علاقے کی حکومت سپرد کی تھی۔ اس نے اپنے بیٹے ہیرودیس اعظم کو گلیل کا فوجی سردار بنایا۔ اس نے لوٹ مار کا خاتمہ کیا اور بڑی خوبی اور قابلیت سے اسے چلایا۔ رومی حکومت اس پر خوش تھی اور اسی خوشی کی وجہ سے اسے یہودیوں کے بادشاہ کا لقب دیا گیا اور سارا علاقہ اس کے سپرد کر دیا۔ یاد رہے پانچ ہیرودیس ہیں جو فلسطین کی تاریخ کے ساتھ منسلک ہیں۔

1۔ ہیرودیس اعظم (ہیرودیس کے دو بیٹے بھی ہیرودیس کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔)، 2 - ہیرودیس ارخلاوس، 3 - ہیرودیس انتپاس، 4- ہیرودیس اگرپا، 5- ہیرودیس اگرپا کا بیٹا ہیرودیس اگرپا ثانی

ہیرودیس اعظم

1-ہیرودیس اعظم کو یہودیوں کا بادشاہ بھی کہتے ہیں۔ یہ یہودیہ کے جنوبی علاقہ کا رہنے والا ادومی النسل تھا۔ ادومی النسل ہونے کی وجہ سے یہودی اس سے خوش نہ تھے۔ یہ 73 ق م میں پیدا ہوا۔ اس کے باپ Antipiter کو جولیس سیزر نے فلسطین کے علاقہ کا حاکم بنایا بعد میں اس کے باپ نے ہیرودیس اعظم کو گلیل کا فوجی سردار مقرر کیا۔ شروع میں

ہیرودیس صرف گلیل کا حاکم تھا۔ اس نے بہت اچھے طریقے سے حکومت چلائی اور لوٹ مار کو ختم کیا۔ قیصر اگوسٹس نے متاثر ہوکر سوریہ کا فوجی سردار بھی اسے ہی مقرر کر دیا۔ اس کا عرصہ حکومت 40 ق م تا 4 ق م تھا۔ اس کی وفات پر حکومت اس کے تین بیٹوں ارخلاوس، انیپاس اور فلپس کے سپرد کی گئی۔

1۔ ارخلاوس کو یہودیہ اور سامریہ کا علاقہ

2۔ انیپاس کو گلیل اور پریہ کا علاقہ

3۔ فلپس کو شمال مشرقی علاقہ سپرد کیا گیا۔

ہیرودیس ارخلاوس

ہیرودیس ارخلاوس کو یہودیہ اور سامریہ کا علاقہ دیا گیا۔ اس نے یہودیوں پر بہت مظالم کئے۔ مظالم کی جب انتہا ہوئی تو یہودی اکٹھے ہوکر قیصر اگوسٹس کے پاس گئے اور اس کی شکایت کی۔ اس پر اگوسٹس نے اس سے حکومت لے لی اور براہ راست قیصر کی طرف سے گورنر مقرر ہونے لگے اور یہودیہ رومی صوبہ بن گیا اور پیلاطوس جس کے پاس حضرت مسیح کا کیس لایا گیا وہ قیصر کی طرف سے گورنر تھا۔ ہیرودیس ارخلاوس کا عرصہ حکومت 4 ق م تا 6ء ہے۔

ہیرودیس انتیپاس

یہ ہیرودیس اعظم کا دوسرا بیٹا تھا۔ اس کو گلیل اور پریہ کا علاقہ اپنے باپ کی وفات کے بعد ملا اور یہ وہی ہیرودیس انتیپاس ہے جس کے پاس پیلاطوس نے حضرت مسیح علیہ السلام کو قید کر کے بھیجا تھا۔ پیلاطوس نے کہا تھا۔ چونکہ مسیح گلیلی ہے اس لئے اس کو گلیل کے حاکم کے پاس جانا چاہیے۔ وہی اس کا فیصلہ کرے گا۔ اناجیل کہتی ہیں کہ ہیرودیس انتیپاس یہودیہ میں آیا ہوا تھا۔ یہودی حضرت مسیح" کو لے کر اس کے پاس گئے۔ ہیرودیس انتیپاس نے اس کا کوئی گناہ نہ پا کر واپس بھیج دیا۔

اناجیل کے برعکس حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"ذرا اس وقت کے نظارہ کو آنکھوں کے سامنے لاؤ جب کہ یسوع مسیح حوالات میں ہوکر پیلاطوس کی عدالت سے ہیرودیس کی طرف بھیجا گیا۔ کیا یہ خدائی کی شان ہے کہ حوالات میں ہوکر ہتھکڑی ہاتھ میں زنجیر پیروں میں چند سپاہیوں کی حراست میں چالان ہوکر جھڑکیاں کھاتا ہوا گلیل کی طرف روانہ ہوا اور اس حالت پُر ملامت میں ایک حوالات سے دوسری حوالات میں پہنچا"۔

(ست بچن روحانی خزائن جلد 10 ص 284)

ہیرودیس انتیپاس کے بارہ میں کہتے ہیں کہ اس نے اپنے بھائی فلپس کی بیوی سے شادی کی تھی اور اس کی بیٹی کی خواہش پر یوحنا کا سر کٹوایا گیا تھا۔ ہیرودیس انتیپاس کے بارہ میں لکھا ہے کہ وہ بہت قابل انسان تھا۔ 39ء تک وہ گلیل اور پریہ کا حاکم رہا۔ 39ء میں ہیرودیس اعظم کے پوتے ہیرودیس اگرپا نے جو کہ روم میں ہی پڑھا تھا اور زیادہ عرصہ وہیں رہا تھا اور اس کے قیصر سے تعلقات بھی اچھے تھے قیصر گیس (Goius Caesar) سے شکایت کی کہ یہ سازشی ہے۔ قیصر نے اس کی بات مان کر ہیرودیس انتیپاس کو معزول کر دیا اور ہیرودیس اگرپا کو حاکم بنا دیا۔ ہیرودیس انتیپاس جلاوطنی کی حالت میں مرا۔ قیصر گیس کے بعد قیصر کلاڈیوس نے ہیرودیس اگرپا کو یہودیہ اور سامریہ کے علاقے سپرد کر دیے اس طرح ہیرودیس اگرپا نے اس سارے علاقے پر حکمرانی کی۔ اس کی وفات کے بعد ہیرودیس اگرپا کے بیٹے کو عنان حکومت ملی۔ جس کا نام ہیرودیس اگرپا ثانی تھا۔

☆☆☆

رپورٹ سیمینار یوم خلافت (منعقدہ 26 مئی 2003ء)

(مہتمم تربیت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

شعبہ تربیت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو خدا کے فضل و احسان سے مورخہ 26 مئی 2003ء کو ''یوم خلافت'' کے حوالے سے ایک سیمینار منعقد کرنے کی توفیق ملی۔

سیمینار کا پروگرام طے ہونے کے بعد مقررین سے رابطہ کیا گیا۔ محترم صدر صاحب نے انتظامات کی بہتری کیلئے اراکین عاملہ میں سے درج ذیل ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی بنادی۔

☆ مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب (صدر کمیٹی)

☆ خاکسار نصیر احمد انجم

☆ مکرم اکبر احمد صاحب

☆ مکرم شمشاد احمد قمر صاحب

کمیٹی کے متعدد اجلاسات ہوئے اور درج ذیل انتظامیہ تشکیل دی گئی۔

مکرم امین الرحمن صاحب	ناظم تزئین سٹیج
مکرم اسفندیار منیب صاحب	ناظم تزئین ہال
مکرم نصیب احمد صاحب	ناظم روشنی
مکرم افتخار اللہ سیال صاحب	ناظم آب رسانی وصفائی
مکرم حافظ خالد افتخار صاحب	ناظم ریفریشمنٹ
مکرم احمد محمد احسن صاحب	ناظم حفاظت بیرون
مکرم حافظ راشد جاوید صاحب	ناظم نظم وضبط
مکرم شمشاد احمد قمر صاحب	ناظم استقبال
مکرم میر مظفر احمد صاحب	ناظم سائیکل سٹینڈ

انتظامیہ نے الحمدللہ بشاشت اور محنت سے کام کیا اور تمام انتظامات خوش اسلوبی سے سرانجام پائے۔

سٹیج پر آیت استخلاف مع ترجمہ کا بینر اور دیگر بینرز خوبصورتی سے آویزاں کئے گئے تھے۔ اسی طرح ہال کی دیواروں پر موضوع کی مناسبت سے بینرز اور چارٹس تیار کرا کے لگائے گئے تھے۔ دلکش روشنیوں اور خوبصورت پھولدار پودوں کے ساتھ ہال سجایا گیا تھا جس سے یہ پُروقار تقریب مزید پُررونق ہوگئی۔

پروگرام کا آغاز 5.50 پر تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ پھر خاکسار نے حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ کا وہ تاریخی عہد پڑھ کر سنایا جو آپ نے 1959ء میں خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے اٹھارھویں اجتماع کے موقع پر خدام سے لیتے ہوئے فرمایا تھا کہ یہ عہد چار ہزار سال تک دہرایا جاتا رہے۔ وہ عہد یہ ہے:۔

''اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھدان محمدا عبدہ ورسولہ۔

ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم (دین حق) اور احمدیت کی اشاعت اور محمد رسول اللہ ﷺ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کیلئے اپنی زندگیوں کے آخری لمحات تک کوشش کرتے چلے جائیں گے اور اس مقدس فریضہ کی تکمیل کیلئے ہمیشہ اپنی زندگیاں خدا اور اس کے رسول ﷺ کیلئے وقف رکھیں گے اور ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کر کے قیامت تک (دین حق) کے جھنڈے کو دنیا کے ہر ملک میں اونچا رکھیں گے۔

ہم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہم نظام خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کیلئے آخری دم تک

جدوجہد کرتے رہیں گے اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے تا کہ قیامت تک خلافت احمدیہ محفوظ چلی جائے اور قیامت تک سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ (دین حق) کی اشاعت ہوتی رہے اور محمد ﷺ کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے۔ اے اللہ! تو ہمیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اللّٰھم آمین۔ اللّٰھم آمین۔ اللّٰھم آمین۔" (مشعل راہ جلد اوّل صفحہ 807)

اس کے بعد درثمین میں سے نظم "ہے شکر رب عزوجل خارج از بیاں" کے منتخب اشعار عزیزم غلام مصباح بلوچ صاحب نے ترنم سے سنائے۔ پھر سیمینار کی پہلی تقریر مکرم مولانا مبشر احمد کاہلوں صاحب نے فرمائی جس کا عنوان تھا "استحکام خلافت میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا کردار"۔ آپ کے بعد دوسری تقریر مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب نے فرمائی جو "خلافت راشدہ کے خلاف سازشیں اور اس حوالے سے خدام کو نصائح" کے عنوان پر تھی۔ بعد ازاں کلام محمود سے نظم "عہد شکنی نہ کرو اہل وفا ہو جاؤ" کے چند اشعار ترنم سے عزیزم صغیر احمد صاحب نے سنائے۔ پھر سیمینار کی آخری تقریر مکرم حافظ مظفر احمد صاحب نے "برکات خلافت" کے موضوع پر کی۔

بعد ازاں اجلاس کے صدر مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب قائمقام صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے خدام، مقررین اور مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور دعا کرائی۔ دعا کے بعد 8:00 بجے یہ پروگرام بخیر وخوبی اختتام کو پہنچا۔ پروگرام کے فوراً بعد نماز مغرب وعشاء ادا کی گئیں اور پھر ریفریشمنٹ پیش کی گئی۔

اس پروگرام میں ربوہ کے تمام حلقہ جات سے ایک مقررہ تعداد میں خدام کو بلایا گیا تھا۔ ایوان محمود کا وسیع ہال خدام سے بھرا ہوا تھا۔ گیلریوں میں بھی خدام بیٹھے تھے۔ اسی طرح تعداد زیادہ ہونے کے باعث ہال کے عقبی دروازے کھول کر دریاں بچھا دی گئیں۔ وہاں پر بھی خدام موجود تھے۔ اسی طرح ربوہ کے اطفال کی نمائندگی میں سکاؤٹس اپنی وردیوں میں آئے ہوئے تھے۔ طلباء جامعہ کی خاصی تعداد شامل ہوئی۔ بزرگ مہمانوں کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ سٹیج پر ایک طرف ان کی خاصی تعداد موجود تھی۔ اسی طرح دوسری طرف اراکین عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق 1500 احباب نے سیمینار کا پروگرام نہایت توجہ اور وقار سے سنا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ہمیشہ خلافت کی نعمت عظمیٰ کی قدر کرنے اور اس سے وابستہ رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین

قارئین کے استفادہ کیلئے سیمینار میں پیش کی جانے والی تقاریر کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

استحکام خلافت میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا کردار

مکرم مولانا مبشر احمد کاہلوں صاحب نے اس موضوع پر نہایت عالمانہ خطاب فرمایا۔ آپ نے بتایا کہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا۔ شام کو میت قادیان پہنچی۔ اگلے روز ۲۷ مئی کو قریباً بارہ صد افراد نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

ابھی اس بیعت پر چند دن ہی گذرے تھے کہ بعض لوگوں نے غلط پروپیگنڈا شروع کر دیا اور مسلسل ایسی کارروائیاں کرتے رہے جس سے خلافت کے منصب اعلیٰ کے خلاف ان کے خیالات کی عکاسی ہوتی تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نور اللہ مرقدہ خداداد فراست سے ان تمام امور کا جائزہ لیتے اور ہر وقت اس فتنہ کے استیصال کیلئے ارشادات فرماتے۔ آپ نے انہیں سمجھایا کہ بیعت تو بک جانے کا نام ہے۔ بیعت کے بعد اختلاف اور

بے ادبی کی گنجائش نہیں رہتی اس کے بعد اطاعت کرنا واجب ہوتا ہے۔ اتحاد اور وحدت کی ضرورت ہے اور یہ ایک خلیفہ کی اطاعت سے پیدا ہوگا۔ آپ نے سمجھایا کہ جس انجمن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جانشین قرار دیتے ہو اس کے کل ۱۴ ممبران میری بیعت کر چکے ہیں۔ اس لئے خدا نے انہیں اکٹھا کر کے میرے ہاتھ میں دے دیا ہے۔

آخری سالوں میں ایک مرتبہ آپ گھوڑے سے گر جانے کے سبب بیمار ہوگئے تو آپ نے ایک وصیت لکھی۔ اس پر لکھا "خلیفہ محمود"۔ اس کے بعد آپ تندرست ہوگئے تو اس کاغذ کو پھاڑ دیا۔ پھر ۱۹۱۴ء میں وفات سے چند روز قبل قلم دوات منگوا کر ایک وصیت لکھوائی اور مولوی محمد علی صاحب سے فرمایا کہ اس وصیت کو مجلس میں پڑھ کر سنا دیں۔ اس میں آپ نے فرمایا:۔

"میرا جانشین متقی ہو، ہر دلعزیز۔ عالم باعمل ہو حضرت صاحب کے پرانے اور نئے احباب سے سلوک چشم پوشی۔ درگذر کو کام میں لاوے۔ میں سب کا خیر خواہ تھا، وہ بھی خیر خواہ رہے۔ قرآن و حدیث کا درس جاری رہے"۔

(الحکم ۷ مارچ ۱۹۱۴ء صفحہ ۵)

یہ وصیت حضور نے تین بار مجلس میں پڑھوائی تا ہر ایک کے ذہن میں یہ بات رہے کہ آپ کے بعد بھی خلافت جاری رہی گی اور اس طرح زندگی کے آخری لمحات تک آپ استحکام خلافت کیلئے کوشاں رہے۔ بالآخر ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو آپ اپنے مولا سے جا ملے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح پر بے شمار برکات نازل فرمائے۔ آمین۔

خلافتِ راشدہ کے خلاف سازشیں اور اس حوالہ سے جماعت کو نصائح

مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب نے اس موضوع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد فوری طور پر ایک رد عمل ظاہر ہوا۔ ایک طرف ابتدائی صحابہؓ جو آپؐ کے وصال کا یقین کرنے کیلئے تیار نہیں تھے۔ دوسری طرف مخالفین کی آواز اُٹھی جنہوں نے کہا کہ آپؐ کی وفات کے ساتھ ہی تمام نظام ختم ہوا۔ تیسرا گروہ واضح طور پر اسلام سے ارتداد اختیار کر گیا اور ایک چوتھا گروہ جو گویا وقت کے انتظار میں تھے انہوں نے اپنی جعلی نبوت کا اعلان کر دیا۔ اس قسم کے ردعمل میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خدا تعالیٰ کی طرف سے خلیفہ ہوئے۔

ان حالات میں شدید ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے سب کو اکٹھا کیا اور خدائی تائید اور رہنمائی میں اعلان کیا کہ جو تم میں سے محمدؐ کی عبادت کرتا تھا جان لے کہ آپؐ وفات پا چکے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ وہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔ آنحضرت ﷺ کو تمام مستقبل کے حالات کی خبر دی گئی تھی چنانچہ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے حق میں وصیت کر دوں مگر پھر خیال آیا کہ اللہ اس کے سوا کسی کو آگے نہیں آنے دے گا اور مومن بھی سوائے اس کے کسی پر متفق نہیں ہوں گے۔

آپؓ کی خلافت کے بعد آیت استخلاف میں مذکور وعدوں کا ظہور ہوا۔ آپؓ کی خلافت کی سچائی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جگہ جگہ بغاوت ہوئی اور ماحول پر قابو پانے کیلئے وقت درکار تھا کہ اسی دوران ایک بات یہ سامنے آئی کہ آنحضرت ﷺ نے ایک لشکر حضرت اسامہؓ کی سربراہی میں اپنے آخری وقت میں تیار کروایا تھا۔ جس کو پھر وقتی طور پر روک لیا گیا۔ آپؓ نے مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی فیصلہ فرمایا کہ یہ لشکر ابھی روانہ ہو۔ اس پر صحابہؓ نے ردعمل ظاہر کیا

حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے بھی درخواست کی کہ ان حالات میں جب کہ سخت ابتری پھیلی ہوئی ہے لشکر کو روک لیا جائے لیکن آپؓ نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کا جانشین ہوں اور یہ کیسے ممکن ہے کہ آپؐ کے فیصلہ کو منسوخ کر دوں۔ باقی اگر مدینہ میں خطرات کی بات ہے تو خواہ مسلمان عورتوں کو مدینہ کی گلیوں میں کتے گھسیٹتے پھریں یہ لشکر ضرور جائے گا۔

اس لشکر کی روانگی کے نتیجہ میں لوگوں پر واضح ہو گیا کہ اگر مدینہ کمزور ہوتا تو یہ لشکر کبھی نہ بھیجا جاتا۔

بہت سارے فتنے تھے۔ فتنہ ارتداد تھا، منکرین زکوٰۃ کا فتنہ تھا۔ سب نے اصرار کیا کہ تدریجاً کارروائی ہو۔ فرمایا کوئی تدریج نہیں۔ اگر کوئی حضور ﷺ کی زندگی میں اونٹ کی رسی زکوٰۃ میں دیتا تھا تو اب بھی میں اس سے وصول کروں گا۔

آپؐ کی پیشگوئی تھی کہ خلافت راشدہ ۳۰ سال تک چلے گی۔ چنانچہ ایک غیر معمولی عروج نصیب ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دور میں اور بہت ساری فتوحات ہوئیں اور مخالف طاقتیں دب گئیں۔ بڑی کثرت کے ساتھ لوگ زیر حکومت آئے لیکن اس وقت چونکہ عسکری مہمات جاری تھیں اس لیے نئے مسلمانوں کی تعلیم و تربیت پر پوری توجہ نہ دی جا سکی۔ خلافت ثالثہ کے ابتدائی پانچ چھ سال بھی امن سے گذرے پھر وہ عناصر جو پوری تربیت کے ساتھ تو نہ آئے انہوں نے فتنے پھیلانے شروع کر دیے۔

ایک یہودی عبداللہ بن سبا تمام تر فتنے کا موجب تھا جس نے ظاہری طور پر بیعت کی۔ بڑے بڑے شہروں میں پہنچا اور یہ کہنا شروع کیا کہ اب اسلام والی بات نہیں۔ عثمان حکومت کر رہے ہیں، رشتہ دار بڑے بڑے عہدوں پر فائز کر رکھے ہیں اور بیت المال کا بھی ناجائز استعمال کر رہے ہیں۔ بصرہ گیا، شام گیا، وہاں حضرت امیر معاویہؓ موجود تھے انہوں نے سختی سے خبر لی تو وہاں سے بھاگا اور مصر جا پہنچا۔

مختلف فتنوں کی باتیں پھیلتی رہیں اور اس زمانے میں سہولتیں موجود نہیں تھیں نہ ذرائع میسر تھے۔ اس لئے لوگوں نے ان باتوں کو اپنے دلوں میں جگہ دینی شروع کر دی۔ حضرت عثمانؓ کو یہ باتیں بعض مواقع پر پہنچتیں مگر آپؓ فرماتے کہ اس وقت تک کوئی کارروائی نہیں کروں گا جب تک تصدیق نہ ہو۔

چند عناصر کی سازشیں اس طرز پر تھیں کہ پہلے اپنے ایمان اور اخلاص کا یقین لوگوں کو دلواتے اور پھر اعتراضات کرتے چونکہ منافق تھے اور منافق دراصل بزدل ہوتے ہیں۔ اس لئے اپنے اوپر ایمان کی چادر کا پردہ ڈال کر سازشیں کرتے ہیں۔

ان حالات کے نتیجہ میں مسلمانوں کا شیرازہ بکھر گیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ دو خلفائے کرام یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے اور پھر خلافت راشدہ کا دور ختم ہو گیا۔

جماعت احمدیہ کو بھی خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد خلافت کی نعمت سے نوازا ہے۔ اس لئے ہم سب کا فرض ہے کہ ماضی سے سبق سیکھیں۔ خدا کے فضل سے جماعت میں قریباً سو سال سے خلافت قائم ہے اور انشاء اللہ قیامت تک قائم رہے گی۔ ہمیں انفرادی طور پر خلافت سے مضبوط تعلق پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور خلافت کی حفاظت کے ماحول کو قائم رکھنا ہم سب کا فرض ہے۔ اب تو ایسے ذرائع ہیں کہ بیمار عنصر کا پتہ چل سکتا ہے اور اس کا تدارک ممکن ہے۔ پس ہر احمدی اپنے ایمان کی حفاظت کرے اور خلافت سے زندہ تعلق قائم رکھے۔ خدا تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق بخشے۔ آمین۔

برکات خلافت

مکرم حافظ مظفر احمد صاحب نے ''برکات خلافت'' کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ سورۃ جمعہ کی آیت

کبسر تیین میں برکات رسالت بیان کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ جب لوگ ضلالت کے اندھیروں میں ڈوب جاتے ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے رسول مبعوث فرماتا ہے جو لوگوں کو ضلالت اور گمراہی سے نکال باہر لاتے ہیں اس طرح کہ وہ ان پر اللہ تعالیٰ کا پاک کلام جو رسول پر اترتا ہے پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو پاک کرتے ہیں اور کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں۔ اس طرح خدا کے مامور کی بعثت سے دنیا کو گمراہی سے نجات ملتی ہے لیکن رسول بھی تو محدود زندگی لے کر آتے ہیں۔ پس جب وہ چلے جاتے ہیں تو خدا تعالیٰ ان کی برکات کو جاری رکھنے کیلئے خلافت کا نظام جاری فرماتا ہے۔

اس آیت میں سب سے پہلے تلاوت آیات کا مضمون بیان ہوا ہے۔ خلفاء کا پہلا روحانی ہتھیار کلام الٰہی کی آیات ہوتی ہیں جو غیر معمولی تاثیر رکھتی ہیں جس کے ساتھ وہ دنیا کو وعظ و نصیحت کرتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے خلفاء کا ہمیشہ یہی طریق رہا ہے کہ وہ قرآنی آیات کو اپنے خطبات کا عنوان بناتے ہیں۔ قرآن کریم کی وجہ سے خلفاء کے کلام میں ایک غیر معمولی گہری تاثیر رکھ دی گئی ہے۔

دوسری برکت تزکیہ نفوس ہے جس کا سلسلہ خلفاء کے ذریعہ مومنوں کی جماعت میں جاری رکھا جاتا ہے۔ خلفاء اپنی جماعت کو پاک کرنے اور ان کی صحیح رنگ میں تربیت کرنے کے لئے پہلے اپنا پاک نمونہ ان کے سامنے رکھتے ہیں۔ پاک تبدیلیوں کی طرف بلاتے ہیں۔

تیسری برکت تعلیم کتاب ہے۔ خدا کے مامور اور خلفاء قرآنی تعلیم کا نظام جاری فرماتے ہیں اور قرآن کے مضامین کھولتے اور معارف بیان فرماتے ہیں۔ ہر زمانہ کے امام پر یہ مضامین کھولے جاتے ہیں اور وہ آگے دنیا کو تعلیم فرماتا ہے۔ پس خلفاء قرآنی علوم کو عام کرتے اور ان کی حکمتیں بھی سکھاتے ہیں۔

ایک اور برکت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ انسان خدا کا فرمانبردار ہو کر رحمت کا وارث ہوتا اور لعنت سے بچ جاتا ہے۔

خلافت کی ایک اور برکت وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا بھی بیان ہوئی ہے۔

ہم نے یہ نظارے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں ہر فتنہ کے دور میں خواہ وہ ۱۹۳۴ء کا ہو یا ۱۹۵۳ء کا ۱۹۷۴ء کا ہو یا ۱۹۸۴ء کا، خدا نے کس طرح جماعت کے خوف کو امن سے بدل دیا۔ باوجود یکہ بڑی بڑی طاقتوں نے جماعت کو نابود کرنے کی کوششیں کیں مگر سب خائب و خاسر رہے اور سب خوف دھواں بن کر اڑ گئے۔

خلافت کی ایک اور برکت وحدت کی برکت ہے جس کے ذریعہ ساری دنیا کے احمدی ایک محبت و الفت کی لڑی میں منسلک ہیں۔ سب MTA کے ذریعہ ایک امام کا خطبہ سنتے ہیں۔ ان کے خیالات میں یکسانیت پیدا ہوتی ہے اور سارے ایک امام کے ہاتھ پر اٹھنا بیٹھنا جانتے ہیں۔

ایک اور برکت جو خلیفہ کے ذریعہ جماعت کو عطا ہوتی ہے وہ قبولیت دعا ہے۔ خلیفہ خدا کا مقرب وجود ہوتا ہے۔ جسے قبولیت کا نشان عطا کیا جاتا ہے۔ ہم سوتے ہیں وہ جاگ کر ہمارے لئے دعائیں کرتا ہے۔

پس خلافت کی برکت سے جہاں ہزاروں مریض دعاؤں سے شفا پاتے ہیں وہاں کئی خوش بختوں کو نئی روحانی زندگی نصیب ہوتی ہے۔ خلافت کے ذریعہ ظاہری اسیر رہائی پاتے ہیں اور باطنی اسیر بھی۔ خلافت کے ذریعہ بے اولادوں کو اولاد عطا کی جاتی ہے اور لوگوں کو تقویٰ نصیب ہوتا ہے۔

پس ہر احمدی کو چاہیے کہ خلیفۂ وقت سے قریبی تعلق پیدا کرے اور ان برکات کا وارث بنے جو خدا تعالیٰ نے خلافت کے ساتھ وابستہ کی ہیں۔

☆☆☆

رپورٹ 47 ویں سالانہ تربیتی کلاس

منعقد 6 تا 19 مئی 2003ء

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو امسال 6 تا 19 مئی کو 47 ویں سالانہ تربیتی کلاس کے انعقاد کی توفیق ملی۔

رابطہ: شروع سال سے قائدین سے بذریعہ خطوط و سرکلرز رابطہ کر کے انہیں امسال میٹرک کا امتحان دینے والے طلباء کو مقررہ تاریخوں پر کلاس پر بھجوانے کیلئے رابطہ کیا گیا۔

دعائیہ خطوط: کلاس کے کامیاب اور بابرکت انعقاد کیلئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں دعائیہ خطوط لکھے گئے جس کے جواب میں دوران کلاس ہی حضور انور کی طرف سے جوابی خط موصول ہو گیا جس میں آپ نے طلباء کو دعاؤں سے نوازا اور سلام کا تحفہ بھجوایا۔ کلاس کے آغاز سے قبل ایک بکرا صدقہ دیا گیا۔

انتظامیہ: کلاس کے انتظامات کیلئے اراکین عاملہ میں سے درج ذیل انتظامیہ کی منظوری محترم صدر صاحب مجلس سے لی گئی۔ الحمدللہ جملہ ممبران نے اپنے فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دیے۔

انتظامیہ سالانہ تربیتی کلاس 2003ء

نمبر شمار	ناظم	اسماء
1	ناظم اعلیٰ	مکرم نصیر احمد انجم صاحب
2	نائب ناظم اعلیٰ اول	مکرم شمشاد احمد قمر صاحب
3	نائب ناظم اعلیٰ دوم	مکرم مدثر احمد صاحب
4	ناظم رابطہ	مکرم سلیم الدین صاحب
5	ناظم روشنی	مکرم مرزا فضل احمد صاحب
6	ناظم تدریس	مکرم اسفندیار منیب صاحب
7	ناظم نظم و ضبط	مکرم حافظ راشد جاوید صاحب
8	ناظم تکمیل	مکرم متقی احمد ناصر صاحب
9	ناظم تربیت	مکرم ظفر اللہ خان طاہر صاحب
10	ناظم طبی امداد	مکرم ڈاکٹر عبداللہ پاشا صاحب
11	ناظم مشق تقاریر	مکرم امین الرحمٰن صاحب
12	ناظم خوراک	مکرم حافظ حفیظ الرحمٰن صاحب
13	ناظم رہائش	مکرم حافظ خالد افتخار صاحب
14	ناظم آب رسانی	مکرم ڈاکٹر محمد عامر خان صاحب
15	ناظم رجسٹریشن	مکرم مشہود احمد صاحب
16	ناظم سمعی و بصری	مکرم فرید احمد نوید صاحب
17	ناظم حاضری و نگرانی	مکرم ظہیر احمد خان صاحب
18	ناظم مہمان نوازی	مکرم شعیب احمد بٹ صاحب
19	ناظم سٹال	مکرم مہر مظفر احمد صاحب
20	ناظم وقار عمل	مکرم اکبر احمد صاحب
21	ناظم سائیکل سٹینڈ	مکرم افتخار اللہ سیال صاحب
22	ناظم تقسیم انعامات	مکرم مہر محمود احمد صاحب

افتتاح: اس کلاس کا افتتاح مورخہ 6 مئی بوقت 8:30 بجے صبح مکرم و محترم مولانا مبشر احمد صاحب کاہلوں صاحب ناظر اصلاح و ارشاد مقامی نے فرمایا۔ آپ نے طلباء کو ان دنوں میں مرکز احمدیت کے متبرک مقامات پر جا کر دعائیں کرنے کی تلقین فرمائی۔

تدریس: افتتاح کے فوراً بعد تدریس کا آغاز ہو گیا۔ تدریس میں طلباء کو قرآن کریم ناظرہ، باترجمہ، حدیث، فقہ، عربی بول چال اور کلام کے مضامین پڑھائے گئے۔ نیز دوران تدریس تقاریر کی مشق بھی کروائی گئی اور روزانہ نماز عشاء کے بعد طلباء کے ایک گروپ کو ہنر سکھانے کا انتظام کیا جاتا رہا۔ درج ذیل اساتذہ نے تدریس کے فرائض سرانجام دیے۔

مضمون	استاد
ناظرہ قرآن کریم	مکرم مبارک علی صاحب
ترجمۃ القرآن	مکرم امین الرحمٰن صاحب
حدیث	مکرم فضل الرحمٰن ناصر صاحب
کلام	مکرم ظفر اللہ خان طاہر صاحب
فقہ	مکرم اعجاز احمد نذیر صاحب
عربی بول چال	مکرم مہر انجم پرویز صاحب
مشق تقاریر	مکرم امین الرحمٰن صاحب

قرآن فہمی کے اُصول

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ کا ایک مکتوب

ایک غیر احمدی مولوی صاحب نے اصول تفسیر قرآن کریم وطریق قرآن فہمی کے متعلق سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں بذریعہ خط سوال پیش کیا تھا۔ اس کے جواب میں حضور نے حسب ذیل جواب لکھوائے۔

''مجھے آپ کی اس خواہش کو معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی ہے کہ قرآن فہمی کے اصول معلوم ہوں۔ ایسے اصول جن کے بعد کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہ رہے اور سب اختلاف مٹ جائے اگر مقرر کئے جاسکتے تو صحابہ میں آیات قرآن کریم کے معانی میں اختلاف نہ ہوتا۔ نہ ائمہ اسلام ایک دوسرے سے اختلاف کرتے لیکن اگر آپ کی مراد ایسے اصول سے ہے جن کے استعمال سے ایک مخلص اور نیک نیت انسان قرآن کریم کے اصولی مسائل سے واقف ہوجائے اور فروع کے متعلق بھی اس کا قدم ایسے مقام پر قائم ہوجائے کہ جس پر پہنچنے کے بعد اس کے سامنے کوئی ایسا اختلاف باقی نہ رہے جو ایمان میں نقص پیدا کردے یا خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے میں روک ہو، تو ایسے اصول بے شک موجود ہیں اور قرآن کریم سے ثابت ہوتے ہیں۔ **اصل اوّل و دوئم** جو قرآن کریم سے ہمیں معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ اس لئے قرآن کریم کے معنے کرتے وقت یہ بات مدنظر رکھنی چاہیے کہ لغت اور محاورہ عرب سے مطابق ہوں۔ اگر جو معنے ہم کرتے ہیں، وہ لغت کے خلاف ہیں یا محاورہ عرب کے خلاف ہیں تو ایسے معنے درست نہیں ہوسکتے۔ پس دو اصل تو یہ معلوم ہوگئے کہ اوّل قرآن کریم کے جو معنے ہم کریں وہ لغت کے خلاف نہ ہوں۔ دوئم محاورہ عرب کے خلاف نہ ہوں۔

تیسرا اصل قرآن کریم سے قرآن کی تفسیر کے لئے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی لغو کام نہیں کرتا۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ. وَخَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا. ( )

پس قرآن کریم کا کوئی لفظ اور قرآن کریم کے الفاظ کی کوئی ترکیب معنوں سے خالی نہیں۔ جو شخص قرآن کریم کے کسی لفظ کو زائد کہتا ہے یا کسی ترکیب کو غلط قرار دیتا ہے وہ یقیناً حق سے دُور ہے اور قرآن کریم کے معنی کی سمجھ اسے نہیں حاصل ہوسکتی۔

چوتھا اصل: قرآن کریم سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں اختلاف نہیں۔ نادان نادانی سے کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی کلام میں صرف ''اختلاف کثیر'' نہیں ہونا چاہیے یہ غلط خیال ہے۔ خدا تعالیٰ کے کلام میں قلیل اختلاف بھی جائز نہیں۔ اختلاف کثیر کے لفظ سے وہ لوگ دھوکہ کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو یہ بھی فرمایا ہے۔ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ مگر نہ خدا تعالیٰ صرف

مورخہ 18 مئی کو طلباء کا تحریری امتحان ہوا جس میں 850 طلباء شریک ہوئے۔

تقاریر و لیکچرز: کلاس کے دوران حسب ذیل تقاریر و لیکچرز ہوئے:۔

نماز با جماعت کی اہمیت	مکرم ملک منور احمد جاوید صاحب
تعلق باللہ	مکرم جمیل الرحمن رفیق صاحب
سیرت النبیؐ (پاکیزہ جوانی)	مکرم میر عبدالباسط صاحب
کمپیوٹر	مکرم کلیم احمد قریشی صاحب
احمدی خادم کے اخلاق	مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب
سیرت مسیح موعود علیہ السلام	مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب
ہائیکنگ	مکرم امین الرحمن صاحب
خلافت سے وابستگی	مکرم سید قاسم احمد شاہ صاحب
کیریئر پلاننگ	مکرم سید قمر سلیمان صاحب
خدام الاحمدیہ کا تعارف	مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب
سیٹلائٹ سسٹم	مکرم بشارت احمد خان صاحب

ادائیگی نماز و دروس: روزانہ صبح طلباء کو نماز تہجد پڑھائی جاتی رہی۔ نماز مغرب طلباء بیت المبارک میں ادا کرتے رہے جب کہ بقیہ نمازیں ایوان محمود میں ادا کی جاتی رہیں۔ نماز فجر کے بعد درج ذیل احباب درس دیتے رہے۔

مکرم فضل الرحمن صاحب، مکرم مسعود احمد سلیمان صاحب

معلوماتی پروگرامز: شعبہ سمعی بصری کے تحت معلوماتی پروگرامز دکھائے گئے۔

مجالس سوال و جواب: اس کلاس کے دوران دو سوال و جواب کی مجالس ہوئیں ان میں سے ایک میں مکرم چوہدری ظفر اللہ خان طاہر صاحب اور مکرم مسعود احمد سلیمان صاحب نے جوابات دیے جبکہ دوسری مجلس میں مکرم حافظ مظفر احمد صاحب اور ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب نے سوالات کے جوابات دیے۔

وقار عمل: روزانہ نماز عصر کے بعد طلباء کا ایک گروپ وقار عمل کرتا رہا۔

کھیل: صبح نماز فجر کے بعد مکرم سید ادریس دین صاحب طلباء کو ورزش کرواتے رہے اور نماز عصر کے بعد طلباء فٹ بال، والی بال اور سوئمنگ کرتے رہے۔ دوران کلاس ایک مرتبہ تمام طلباء کو زیارت مرکز کروائی گئی جس میں دفاتر اور مقدس مقامات کا تعارف کروایا گیا۔ بعد ازاں بعض طلباء نے سیر کے تاثرات کو ایک مضمون کی شکل میں قلمبند کیا۔

اسٹال: ایوان محمود میں طلباء کی سہولت کیلئے کھانے پینے اور دیگر ضروریات کی اشیاء کیلئے اسٹال لگایا گیا جس سے طلباء استفادہ کرتے رہے۔

طعام: دوران کلاس تینوں وقت طلباء کے کھانے کا انتظام دارالضیافت میں کیا گیا تھا۔

رجسٹریشن: الحمدللہ امسال 48 اضلاع کی 270 مجالس کے 948 طلباء شریک کلاس ہوئے جب کہ گذشتہ سال 39 اضلاع کی 216 مجالس کے 731 طلباء آئے تھے۔ یہ حاضری اس لحاظ سے بھی خوش آئند ہے کہ اس سے قبل کبھی اتنی حاضری ریکارڈ میں نہیں آئی۔ یوں خلافت خامسہ کے مبارک دور میں ہونے والی پہلی تربیتی کلاس پر مجلس خدام الاحمدیہ کی تاریخ کی ریکارڈ حاضری ہوئی۔

اختتامی تقریب: مورخہ ۱۹ مئی کو دو ہفتے جاری رہنے والی اس کلاس کی اختتامی تقریب منعقد ہوئی۔ طلباء نے ہمت اور دلجمعی کے ساتھ یہ دن گذارے۔ گرم موسم اور رہائش کے لئے محدود انتظام کے باوجود چاروں صوبوں سے آئے ہوئے یہ احمدی سپوت پندرہ دن صبح نماز تہجد سے لے کر رات اور نماز عشاء تک مصروف رہتے۔

اختتامی تقریب کے مہمان خصوصی بزرگ خادم سلسلہ مکرم و محترم سید عبدالحی شاہ صاحب ناظر اشاعت تھے۔ ناظم صاحب اعلیٰ نے رپورٹ پیش کی اور آنے والے معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ مہمان خصوصی کا طلباء سے تعارف کرواتے ہوئے بتایا کہ ہمارے آج کے مہمان خصوصی 1956ء میں جامعہ احمدیہ سے فارغ التحصیل ہوئے اور نظارت اشاعت میں متعین ہوئے

آپ کی خدمات کا سلسلہ 45 سال پر محیط ہے۔ 1982ء سے آپ ناظر اشاعت کے عہدہ پر فائز ہیں۔

خدام الاحمدیہ کے ساتھ بھی وابستہ رہے آپ مہتمم اشاعت اور ماہنامہ خالد کے ایڈیٹر بھی رہے۔ اسی طرح انصار اللہ کے بھی مدیر رہے۔ آپ MTA پاکستان کے نگران بھی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی صحت اور عمر میں برکت دے۔

آپ نے اعزاز پانے والے طلباء میں انعامات تقسیم فرمائے اور طلباء کو تاکید کی کہ جو کچھ یہاں سیکھا ہے اسے یاد رکھیں اور تربیت کا سلسلہ واپس جا کر بھی نہ چھوڑیں۔ آخر پر محترم مہمان خصوصی نے دعا کروائی اور یہ تقریب بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوئی اس کے بعد تمام طلباء اور مہمانوں کی خدمت میں ظہرانہ پیش کیا گیا۔

نتائج مقابلہ جات تربیتی کلاس

مجموعی طور پر		
اول	مبارک احمد	ضلع خانیوال
دوم	ظفر احمد	ربوہ
سوم	حسن احمد	راولپنڈی
چہارم	طاہر احمد	سیالکوٹ
پنجم	منصور احمد	جھنگ
ششم	وسیم احمد منیر	لاہور
ہفتم	اعزاز احمد	گوجرانوالہ
ہشتم	کلیم احمد	سیالکوٹ
نہم	عدیل احمد	بہاولپور
دہم	خالد احمد برہان	مظفر گڑھ
صوبہ سندھ		
اول	مرزا عطاء الرؤف	میرپور خاص
دوم	شہزاد اشرف	حیدرآباد
صوبہ سرحد		
اول	اظہر احمد	مردان
دوم	محمد سلام	پشاور
صوبہ بلوچستان		
اول	سید عطاء العلیم	کوئٹہ شہر
دوم	وجاہت علی	مجلس ہرباب
آزاد کشمیر		
اول	محمد ظفر اللہ	میرابجڑکا
دوم	ابرار احمد	بڑلی
مقابلہ تلاوت		
اول	رضوان کوثر	ربوہ
دوم	عتیق الرحمن	گوجرانوالہ
سوم	مبارک احمد	خانیوال
حوصلہ افزائی	حافظ معظم علی	کوئٹہ
مقابلہ نظم		
اول	رضوان کوثر	ربوہ
دوم	طاہر مصطفیٰ	ربوہ
سوم	مبارک احمد	خانیوال
حوصلہ افزائی	نعمان احمد	ساہیوال
مقابلہ تقریر		
اول	عامر سعید	ربوہ
دوم	محمد سلام	پشاور
سوم	عبدالحفیظ	میرپور خاص
حوصلہ افزائی	زین جمیل	فیصل آباد
مقابلہ بیت بازی		
اول	مرزا عطاء الرؤف + احمد بلال	میرپور خاص
دوم	عطاء المحسن + جمیل احمد	سیالکوٹ
سوم	عمران ایاز + یحییٰ عمان	ربوہ
مقابلہ مضمون نویسی		
اول	شیخ اعظم سعید	اسٹیل ٹاؤن کراچی
دوم	عرفان احمد	ڈیرہ غازیخان
سوم	وقاص محمود	فیصل آباد
بہترین سائق		
اول	وقاص احمد	میرپور خاص
دوم	صلاح الدین بلال	لاہور
سوم	عبدالحسیب	ملتان

☆☆☆

مسکرایئے

سگار

ایک بہت موٹے آدمی کو ایک بہت ہی مصروف ڈاکٹر نے جلدی جلدی سے یہ مشورہ دیا۔ "نشاستہ، چکنائی اور مٹھاس بند۔ سگاروں میں صرف ایک"۔

سات دن بعد وہ صاحب دوبارہ کلینک تشریف لائے تو حلیہ ہی بگڑا ہوا تھا اور خاصے پریشان تھے۔ بے صبری سے بولے۔

"ڈاکٹر صاحب! میں آپ کی منع کی ہوئی چیزوں سے تو مکمل پرہیز کر رہا ہوں، لیکن روز کے ایک سگار نے مجھے مار ڈالا ہے۔ آدھا بھی نہیں پی سکتا۔ کیا کروں کبھی پیا جو نہیں تھا"۔

خدمت

ایک سیاح نے کناٹ پیلس دہلی سے ٹیکسی کرائے پر لی اور سات میل دور ایک جگہ چلنے کو کہا اور منزل مقصود پر اترتے ہی کسی سے تو تکار ہوگئی۔ سیاح منہ سہلاتے پگڑی سنبھالتے اور درد سے کراہتے ٹیکسی میں آن بیٹھے اور ڈرائیور سے کہا۔

"واپس کناٹ پیلس چلو"

راستے میں ڈرائیور نے کہا: جناب! آپ نے خواہ مخواہ چودہ میل کا سفر کیا مجھے بتا دیتے یہ خدمت تو میں کناٹ پیلس ہی میں انجام دے سکتا تھا!

میراثی اور رنجیت سنگھ

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں ایک دن یہ بحث چھڑ گئی کہ میراثیوں میں ظرافت کے کمال کا اصل محرک کیا ہے یہ پیدائشی ہوتا ہے یا صحبت کے اثر سے یہ کمال پیدا ہوتا ہے؟

جب بحث کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو سردار رنجیت سنگھ نے یہ تجویز پیش کی کہ ایک میراثی کا بچہ بچپن سے ہی محل میں پالا جائے اور پھر اس کا امتحان لیا جائے۔

ایک دن سردار رنجیت سنگھ نے چنگیر میں روٹی کی جگہ ایک ٹوٹی ہوئی جوتی رکھ دی۔

جب لڑکا سکول سے واپس آیا تو اسے سردار رنجیت سنگھ کے ساتھ کھانے پر بٹھا دیا گیا۔ سردار صاحب کے آگے چنگیر میں دو روٹیاں تھیں لڑکے نے جونہی اپنی چنگیر کو الٹا تو اسے روٹی کی جگہ ٹوٹی جوتی نظر آئی تب لڑکے نے رونا شروع کر دیا۔

سردار رنجیت سنگھ نے پوچھا۔ روتے کیوں ہو؟

لڑکے نے روتے روتے جواب دیا خود تو دو، دو کھاتے ہو۔ مجھے ایک دی ہے۔

پروفیسر

تین غیر حاضر دماغ پروفیسر ریلوے اسٹیشن پر کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ وہ باتوں میں ایسے محو رہے کہ گاڑی آنے کی خبر تک نہ ہوئی۔ چند منٹ بعد گاڑی نے وسل دی تو وہ چونک گئے اور گھبرا کر ایک ڈبے کی طرف دوڑے۔ دو تو کسی طرح چڑھنے میں کامیاب ہوگئے۔ لیکن تیسرے صاحب نہ چڑھ سکے۔ ایک قلی نے کہا۔ کوئی بات نہیں صاحب! دوسری گاڑی سے چلے جانا۔

پروفیسر بولے۔ وہ تو میں چلا ہی جاؤں گا۔ مگر ان دونوں کا کیا ہوگا۔ جو مجھے چھوڑنے آئے تھے۔

☆☆☆☆☆

بڑا ظالم نہیں بلکہ چھوٹا ظالم بھی نہیں۔

پانچواں اصل: قرآن کریم سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک قادر ہستی ہے۔ مشین نہیں۔ جیسا کہ فلسفیوں نے خیال کیا ہے۔ اس کے افعال کی حقیقت کو سمجھتے وقت اس کی تمام صفات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ قرآن کریم کے معنے کرتے وقت اگر اس کے تمام صفات پر مجموعی نظر نہیں ڈالی جائے گی اور ان کی باہمی مناسبت کو مدنظر نہیں رکھا جائے گا تو قرآن کریم کے معنے سمجھنے میں غلطی لگے گی۔

چھٹا اصل: قرآن کریم نے یہ بتایا ہے کہ اس کے بعض حصے محکمات ہیں اور بعض متشابہات۔ متشابہات کو محکمات کے نیچے لانا چاہیے۔ محکم اور متشابہ کے معنے میں لوگوں کو تردد ہوا ہے۔ میرے نزدیک محکم سے مراد ایسی آیات ہیں جن کے معنی کو دوسری آیات سے تقویت پہنچتی ہے اور ان کے بدلنے سے اسلام کے اُصول میں تغیر پڑتا ہے۔ پس ان کے معنے ایک ہی ہوسکتے ہیں ایک کہنے سے یہ مراد نہیں کہ دوسرے معنی نہیں ہوسکتے بلکہ یہ مراد ہے کہ جتنے معنے ہوں گے وہ ایک ہی رنگ کے ہوں گے اور متشابہ سے مراد وہ آیات ہیں جن کے دو معنے ہوسکتے ہیں اور ایک معنے دوسرے معنے کے خلاف ہوتے ہوں دونوں معنوں کو ایک ہی وقت میں تسلیم نہ کیا جاسکتا ہے۔ ایسے وقت میں یہ حکم ہے کہ ان آیات کو جن کے دو معنے ایسے ہوتے ہوں، جو ایک ہی وقت میں قبول نہ کئے جاسکتے ہوں۔ انہیں ان آیات کے ساتھ ملایا جائے۔ جن میں اس قسم کا مضمون بیان ہے لیکن ان کے ایک ہی معنے ہوسکتے ہیں۔ دو متضاد معنے نہیں ہوسکتے۔

ساتواں اصل: قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک خاص نظام کے ماتحت نازل ہوا ہے۔ پس اس کے معنے کرتے وقت سیاق سباق اور پہلی پچھلی آیات پر نظر رکھنی ضروری ہے۔

آٹھواں اصل: جو معنے قرآن کریم خود بیان کردے وہ سب پر مقدم ہوں گے۔ بعض جگہ خود قرآن کریم نے معنے کردیئے ہیں۔

نواں اصل: قرآن کریم ہمیں یہ بتاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ایک کام یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ ہے۔ پس جو معنے آنحضرت ﷺ خود فرمادیں وہ دوسرے معنوں پر مقدم ہوں گے۔

دسواں اصل: قرآن کریم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اوّل متبعین کی اتباع دوسرے مسلمانوں کے لئے ضروری قرار دی گئی ہے۔ پس دوسرے لوگوں کے اقوال کی نسبت ان لوگوں کے کلام کو زیادہ عزت دی جائے گی۔

گیارھواں اصل: اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ تمام عالم کا ایک ایک ذرہ مخلوق ہے اور قرآن کریم کو اپنا کلام بیان فرماتا ہے۔ اس کے کلام اور اس کے کسی فعل میں اختلاف نہیں ہونا چاہیے۔ پس جو معنے خدا تعالیٰ کے فعل کے خلاف ہوں وہ درست نہیں ہوں گے بلکہ وہی معنی درست ہوں گے جو فعل الٰہی کے مطابق ہوں۔

یہ مضمون بہت وسیع ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ سمجھدار آدمی کے لئے اسی قدر کافی ہے"۔

(روزنامہ الفضل 25 نومبر 1920ء)

☆ ☆ ☆

صحابہؓ رسولؐ کی سیرت کا ایک پہلو

فاستبقوا الخیرات

(مکرم شفقت احمد قمر صاحب۔ مصر)

فاستبقوا الخیرات کا مطلب ہے ”نیکیوں کے حصول میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو“۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کی ایسے رنگ میں تربیت فرمائی کہ انہوں نے آپ ﷺ کے ہر حکم کو مقدم کرلیا اور وہ پاک نظر اُن کے وجودوں پر ایسا کام کرگئی کہ وہ اپنے وجودوں سے کھوئے گئے اور انہوں نے اپنی جان، مال، وقت اور عزت کو نبی کریم ﷺ کے قدموں پر نچھاور کردیا اور نبی کریم ﷺ کی قوت قدسیہ کی برکت سے اُن کے دلوں میں نیکیوں میں مسابقت کی روح پیدا ہوگئی۔ کہیں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ایک دوسرے سے قربانیوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں کہیں مسلمانوں کو پانی نہ ملنے کی پریشانی ہوتی ہے تو ایک غنی انسان یعنی حضرت عثمانؓ ایک یہودی سے کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کردیتے ہیں تو کہیں حضرت علیؓ کا جذبہ دیکھئے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کو دل بہت کرتا ہے لیکن دینے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ سارا دن ایک یہودی کے ہاں مزدوری کرتے ہیں اور اس کے بدلہ میں ایک مٹھی کھجوروں کی ملتی ہے وہ لاکر بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوجاتے ہیں۔ غرض نبی اکرم ﷺ کے صحابہ قرآن کریم کے اس حکم پر عمل کرنے کے لئے ہمہ تن تیار رہتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ جب پھل پک جاتے اور زکوٰۃ کا وقت آتا تو صحابہ کرامؓ اپنے اموال کی زکوٰۃ لے کر گروہ در گروہ حاضر ہوتے۔ کوئی ایک طرف سے کھجوریں لے کر آرہا ہے تو کوئی دوسری طرف سے۔ یہاں تک کہ ایک ڈھیر لگ جاتا۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ)

ایک انصاری صحابی حضرت ابوطلحہؓ کے پاس کثیر تعداد میں باغات تھے اور انہی باغوں میں سے انہیں ایک باغ جس کا نام بیرحاء تھا، بہت پسند تھا، یہ باغ مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا اور نبی کریم ﷺ اکثر وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور اس باغ کا شیریں پانی پیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ”تم کامل نیکی کو اس وقت تک نہیں پاسکتے جب تک اپنی سب سے محبوب ترین چیز خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو“ تو حضرت ابوطلحہؓ نے کہا یارسول اللہ! مجھے سب سے زیادہ بیرحاء محبوب ہے اور میں اسے خدا تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں اور میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کا احسن اجر عطا فرمائے گا اور اسے میرے آخرت کے ذخیرے میں شامل کرے گا۔ آپ اس باغ کو خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق استعمال کریں۔ آپ ﷺ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ مال بہت ہی عمدہ ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر)

حضرت ابی بن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ مجھے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ میں

ایک صحابی کے پاس آیا تو اس صحابی نے اپنا تمام مال حاضر کردیا مگر میں نے اُس سے کہا کہ قانون کے مطابق مجھے صرف ایک اونٹنی کا بچہ چاہیے۔ اس صحابی نے کہا یہ اونٹنی کا بچہ کس کام کا ہے۔ نہ یہ سواری کے قابل ہے، نہ یہ دودھ دیتا ہے۔ تم ایسا کرو کہ یہ جوان اور موٹی تازی اونٹنی لے جاؤ۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا کہ میں اسے آنحضورﷺ کی اجازت کے بغیر وصول نہیں کرسکتا۔ نبی کریمﷺ قریب ہی ہیں تم چاہو تو نبی کریمﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ اونٹنی پیش کردو۔ اگر نبی کریمﷺ مان گئے تو ٹھیک ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ کہتے ہیں کہ ہم دونوں بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوئے۔ اس شخص نے کہا یا رسول اللہﷺ! میرے پاس آپ کا ایک آدمی زکوٰۃ کی وصولی کے لئے آیا۔ اس سے پہلے میرے پاس کوئی شخص زکوٰۃ وصول کرنے نہیں آیا۔ میں نے اپنا تمام مال اُس کے سامنے پیش کردیا لیکن اس نے کہا کہ تم پر صرف ایک اونٹنی کا بچہ فرض ہے لیکن وہ بچہ نہ تو دودھ دیتا ہے اور نہ سواری کے قابل ہے۔ میں نے اس کو ایک جوان اور فربہ اونٹنی دینی چاہی مگر اس نے انکار کردیا۔ میں اب یہ اونٹنی آپﷺ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اس پر حضورﷺ نے فرمایا:۔

''فرض تو وہی ہے جو آپ نے بیان کیا لیکن تم اگر زیادہ دینا چاہتے ہو تو یہ تمہاری طرف سے صدقہ ہوگا اور ہم اسے قبول کرلیں گے''۔ پھر آنحضورﷺ نے اس صحابیؓ کے مال میں برکت کی دعا کی۔ (ابوداؤد کتاب الزکوۃ)

ایک دن ایک صحابی پہاڑی درے میں بکریاں چرا رہے تھے کہ دو آدمی زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے آگئے اور کہا ہمیں حضورﷺ نے زکوٰۃ کی وصولی کے لئے بھیجا ہے۔ اس صحابی نے کہا: مجھ پر کیا واجب ہے؟ انہوں نے کہا ایک بکری۔ اس پر وہ صحابی نہایت ہی عمدہ قسم کی ایک بکری لے آئے جو خوب دودھ دینے والی تھی مگر انہوں نے انکار کردیا کہ یہ زیادہ ہے۔ اس پر وہ صحابی اس سے ہلکی قسم کی بکری لے کر آئے تو زکوٰۃ وصول کرنے والوں نے وہ بکری لے لی۔ (ابوداؤد کتاب الزکوۃ)

مقصد یہ کہ نبی کریمﷺ کے صحابہ اپنا اچھا اور بہترین مال خدا کی راہ میں پیش کرتے تھے اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر قربانیاں کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ:۔

''آنحضورﷺ نے فرمایا جو شخص خدا کی راہ میں جس نیکی میں ممتاز ہوا سے اس نیکی کے دروازے میں سے جنت کے اندر آنے کے لئے کہا جائے گا۔ اُسے آواز آئے گی اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ تیرے لئے ہے۔ اس سے اندر آؤ۔ اگر وہ نماز پڑھنے میں ممتاز ہوا تو نماز کے دروازے سے اسے بلایا جائے گا۔ اگر جہاد میں ممتاز ہوا تو جہاد کے دروازے سے۔ اگر روزے میں ممتاز ہوا تو سیرابی کے دروازے سے۔ اگر صدقہ میں ممتاز ہوا تو صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ حضورﷺ کا یہ ارشاد سن کر حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا: اے اللہ کے رسولﷺ میرے ماں باپ آپﷺ پر فدا۔ جسے ان دروازوں میں سے کسی ایک سے بلایا جائے، اسے کسی اور دروازے کی ضرورت تو نہیں، لیکن پھر بھی کوئی ایسا خوش نصیب بھی ہوگا جسے سب دروازوں سے آواز پڑے گی۔ آپﷺ نے فرمایا ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم اُن خوش نصیبوں میں شامل ہو''۔

(مسند احمد بن حنبل حدیث نمبر ۹۳۴۲)

☆☆☆

ہمارے مہدی علیہ السلام

(مرتبہ: مکرم احمد طاہر مرزا صاحب)

سیدنا و امامنا حضرت امام مہدی علیہ السلام کی حیات طیبہ میں بہت سے ایسے واقعات و مشاہدات ملتے ہیں، جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ غیر معمولی اخلاق کریمانہ اور شمائل فاضلہ کے حامل تھے۔ آپ کی سیرت طیبہ کے بارے میں آپ کے عشاق کی بعض روایات پیش ہیں۔

حضرت شیخ غلام حسنین صاحب آف نئی دہلی ابن حضرت مولوی قمر الدین صاحب حضورؑ کے آخری مرتبہ قیام لاہور کے ذیل میں بیان کرتے ہیں:۔

”حضرت اقدس کی اس مقبولیت کو دیکھ کر مخالفین مارے حسد کے آگ بگولہ ہو رہے تھے۔ انہوں نے آپ کی فرودگاہ کے سامنے اڈہ جما کر نہایت گندے اور اشتعال انگیز لیکچر دینے شروع کر دیے۔ حضور نے جماعت کو صبر کی تلقین فرمائی اور فرمایا یہ مخالفت ہمارے لئے کھاد کا کام دیتی ہے۔ چنانچہ اس کا یہ اثر ہوا کہ شرفاء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف اور بھی رغبت ہوگئی اور کثرت کے ساتھ لوگ اپنے اڈے پر خرافات بک رہے تھے۔ کچھ فاصلہ پر شیخ عبدالعزیز صاحب بی۔اے پرنسپل اسلامیہ کالج کھڑے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ خاکسار بھی ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ یہ لوگ کیا بدتہذیبی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ ہم نے ان کی یعنی مرزا صاحب کی باتیں بھی سنی ہیں۔ نہایت شائستگی سے کلام کرتے ہیں اور اعلیٰ اخلاق سے پیش آتے ہیں مگر یہ لوگ ہیں کہ اخلاق کا نام تک نہیں جانتے۔ سامعین کی زبان پر بھی سوائے گالیوں کے اور کوئی ذکر نہیں ہے۔ انہیں چاہیے اختلافی مسائل کا جواب متانت اور شرافت سے دیں۔“ (الفضل قادیان ۲ اگست ۱۹۳۶ء)

آداب تربیت

حضرت حافظ نبی بخش صاحب مرحوم آپ کی ابتدائی زندگی کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

”کبھی حافظ نور محمد صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے) ہمراہ ہوتے اور شام و عشاء کے درمیان ہمارا دل ریوڑیاں کھانے کو چاہتا۔ اس پر حضور حافظ حامد علی صاحب سے فرماتے کہ میاں حامد علی جاؤ بازار سے کڑاکے دار ریوڑیاں لاؤ۔ پھر دو مٹھی بھر ہمیں دیتے اور خود بھی کھاتے۔ میں جب کبھی قہقہہ مار کر ہنستا تو حضور براہ راست تو کچھ نہ فرماتے۔ البتہ کوئی مثالی کہانی سنا کر سمجھا دیتے کہ بہت ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے“۔ (الفضل قادیان ۶ مئی ۱۹۴۲ء)

انشاء اللہ بھی ساتھ کہیں

حضرت شیخ غلام حسنین صاحب آف دہلی اپنے دادا حضرت منشی محمد ابراہیم صاحب یکے از احباب تین صد تیرہ کی ایک روایت بیان کرتے ہیں:۔

”دادا صاحب حضرت منشی محمد ابراہیم صاحب نے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا تھا کہ ایک مرتبہ شروع زمانہ دعویٰ مسیحیت کے وقت قادیان حاضر ہوا اور کچھ کتابیں حضور کی خدمت میں پیش کیں۔ جن کی جلد نہایت خوبصورت تھی۔ حضور ملاحظہ فرما کر بہت خوش ہوئے۔ اس پر سنہری پنے کے کاغذ لگے ہوئے تھے۔ چند روز کے بعد میں نے اجازت طلب کی اور میں نے عرض کیا کہ میں آج جاؤں گا۔ حضور نے فرمایا کہ

انشاء اللہ بھی ساتھ کہیں"۔ (الفضل قادیان ۲ اگست ۱۹۳۶ء)

جب نمازیں جمع کرنی ہوں

حضرت میاں مہر اللہ صاحب بیان کرتے ہیں:-

"ایک دفعہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معیت میں بٹالہ جارہے تھے۔ رستہ میں نہر کے پل کے پاس نماز پڑھنی تھی۔ حضور علیہ السلام ذرا پیچھے تھے۔ ہم میں سے بعض احباب نے وضو کر کے سنتیں پڑھ لیں۔ جب حضورؑ تشریف لائے تو فرمایا۔ جب نمازیں جمع کرنی ہوں تو سنتیں نہیں پڑھنی چاہئیں"۔ (الفضل قادیان ۲۹ جنوری ۱۹۴۱ء)

دوسروں کی دلجوئی کرنا

حضرت میاں الہ یار صاحب ٹھیکیدار بیان کرتے ہیں:-

"حضور علیہ السلام کو میں نے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ بازو پکڑتے بھی دیکھا ہے۔ جس وقت حضورؑ سیالکوٹ میں ملازم تھے۔ ایک دفعہ حضور علیہ السلام کیلئے آپ کی والدہ ماجدہ نے دو جوڑے کپڑوں کے اور کچھ پنیاں (نشاستہ وغیرہ کی قسم کے لڈو) ایک شخص منگل حجام کے ہاتھ سیالکوٹ روانہ کیں۔ منگل واپسی پر ہمارے گاؤں سے گزرا تھا۔ اس نے ہمیں بتایا کہ جب میں یہ چیزیں لے کر سیالکوٹ گیا اور حضورؑ کے آگے رکھ دیں تو حضورؑ نے فرمایا۔ جو تمہارے حصہ میں آتا ہے تم لے لو اور جو میرا حصہ ہے مجھے دے دو۔ میں نے کہا۔ حضور یہ آپ کے لئے ہیں۔ اماں جان نے آپ کیلئے بھیجی ہیں۔ فرمایا۔ تم اتنی دُور سے اُٹھا کر لائے ہو۔ تم اپنا نصف حصہ ضرور لے لو۔ آخر مجھے ایک جوڑا کپڑوں کا اور کچھ پنیاں دے دیں اور فرمایا کہ اماں جی کو جا کر کہنا کہ مجھے یہاں سے جلد واپس بلوائیں۔ میرا دل یہاں نہیں لگتا۔ لوگ ناجائز کاموں میں زندگی بسر کرتے ہیں اور میرا دل ان کو دیکھ کر کُڑھتا ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام جب ملازمت سے واپس آئے تو میں نے حضورؑ سے اس موقعہ کے متعلق دریافت کیا۔ اس پر حضورؑ نے فرمایا کہ یہ صحیح بات ہے۔ منگل نے جو میرے لئے اس قدر تکلیف اٹھائی تو اس کا حصہ اُسے ضرور دینا چاہیے تھا"۔ (الفضل قادیان ۲۴ نومبر ۱۹۴۲ء)

یہ میرا کام نہیں

حضرت میاں الہ یار صاحب ٹھیکیدار بیان کرتے ہیں:-

"ایک دفعہ حضور علیہ السلام سیر کر کے باغ سے واپس آرہے تھے کہ مالی نے عرض کیا کہ حضورؑ فلاں زمیندار نے اس قیمتی درخت کا تنا کاٹ لیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے توجہ نہ کی۔ اس نے پھر کہا۔ حضورؑ نے پھر بھی توجہ نہ کی۔ اُس نے تیسری دفعہ عرض کیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ یہ میرا کام نہیں۔ میں اس غرض کے لئے نہیں آیا۔ میر صاحب یا دوسرے منتظمین سے کہو۔ یہ اُن دنوں کا واقعہ ہے جب مرزا امام الدین و نظام الدین و کمال الدین صاحبان ڈھاب سے مٹی نہیں لینے دیا کرتے تھے"۔ (الفضل قادیان ۶ دسمبر ۱۹۴۲ء)

وہ اُردو ہی کیا جس میں سیاپا نہ ہو!

حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحب بیان کرتے ہیں:-

"ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی شعر میں سیاپا کا لفظ استعمال کیا۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب نے عرض کیا۔ حضورؑ! سیاپا اُردو میں استعمال نہیں ہوتا۔ فرمایا۔ میر صاحب! اُردو کے کیا معنی ہیں؟ میر صاحب نے عرض کیا۔ حضورؑ مجھے معلوم نہیں فرمایا۔ اُردو کے معنے ہیں لشکر اور لشکر میں ہر قسم کے آدمی ہوتے ہیں۔ وہ اردو ہی کیا ہوئی جس میں سیاپا کا لفظ نہ سا سکے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ غالباً نثر میں سیاپا کا لفظ استعمال کرنے کا ذکر ہوگا۔ نظم میں جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے کسی نظم میں سیاپا کا لفظ نہیں اور نثر میں یہ لفظ حضورؑ نے استعمال فرمایا ہے"۔ (الفضل قادیان ۲۹ جنوری ۱۹۴۱ء)